حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے

سَو قصّے

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
کے
سو قصے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

سو قصے

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انار کلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب	حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ۱۰۰ قصے
مؤلف	مولانا محمد اویس سرور
باہتمام	مولانا محمد ناظم اشرف
ناشر	بیت العلوم ۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
	فون: 042-7352483

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبۂ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی
بک سنٹر = 32 حیدر روڈ راولپنڈی

فہرست

مقدمہ

﴿ان الحمد لله رب العالمين، نحمده و نستعينه ونستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له و نشهد ان محمد اعبده ورسوله.

يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ يٰأَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰأَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا.﴾

حمد وصلوۃ کے بعد!

دین اسلام کا بنیادی مقصد لوگوں کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فراہم کرنا اور انہیں باطل کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے نکال کر حق کی دیدہ زیب روشنیوں میں لانا قرار دیا گیا ہے، اس کے نتیجہ میں انہیں دنیا وآخرت کی نعمتوں سے سرفراز کرنا، سعادت دائمی کا حامل بنانا اور ایک صالح اور یکتا معاشرہ کا قیام اسلامی نظریہ حیات ہے۔

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ کے مقصد بعثت کو اس تعبیر قرآنی کے ساتھ واضح کر دیا:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْأُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ (سورۃ الجمعۃ: ۲)

''وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے''

لہٰذا لوگوں کو توحید و عبادت الٰہی کی طرف دعوت دینا، ان کے نفوس کا تزکیہ کرنا، مزاج انسانی اور معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے والی ہر چیز کا قلع قمع کرنا آنحضرت ﷺ کا مقصد رسالت قرار دیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دن رات ترویج اسلام کے لئے جدوجہد فرمائی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی لاثانی قربانیوں، مخلصانہ جدوجہد اور للٰہیت سے بھرپور محنت و دعوت کو قبول فرمایا اور ایک مبارک جماعت کو کھڑا کیا جو مقصد پیغمبر ﷺ کو لے کر حرکت میں آئی اور روئے زمین کے چپہ چپہ تک پیغام حق کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی نگاہ پرانوار نے ان مقدس ہستیوں میں وہ بجلیاں بھر دی تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے بالا خانوں میں ان کا رعب اور ہیبت محسوس کی جا سکتی تھی۔

اس جماعت پیغمبر کے تربیت یافتہ افراد نے دین حنیف کی آبیاری کے لئے نفس و نفیس کو قربان کیا اور پرچم اسلام کو کفر کے قلعوں میں گاڑ کر ہی دم لیا۔ یہ حضرات اپنے تن من دھن کو اللہ کے دین کے لئے لٹاتے رہے اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ محمد ﷺ کے ساتھی ایسے جانثار اور وفادار ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو ایسے ساتھی میسر نہیں آئے۔ ان حضرات کی محنت و برکت سے اسلام ایک ایسا دریا ثابت ہوا جس سے اٹھنے والی موج تند جولاں سے نہنگوں کے نشیمن تہ و بالا ہو گئے۔

جونہی ایمان نے ان کے قلوب میں جگہ پکڑی یہ خدائے وحدہ لاشریک لہ پر یقین محکم کی

نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے چلے گئے اور قرآن کی زبانی ان کی عظمت کے نغمے گونجنے لگے:

﴿وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

’’جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے‘‘

ایک جگہ یوں عدالت وعظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعلان ہوتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ﴾ (الحجرات:۷)

’’لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو ایک محبوب چیز بنادیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجادیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کردیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں‘‘

یہ ارشاد ربانی بھی ملاحظہ ہو:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ﴾ (الفتح: ۲۹)

’’محمد خدا کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے

حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو
دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل
اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں، (کثرت) سجود کی وجہ سے
ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف
تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں''

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
ہو رزم حق و باطل تو فولاد ہے مومن

ہر مسلمان کے لئے اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانا اور ان کے نشان قدم کی پیروی کرنا لازم قرار دیا گیا، ہم پر لازم ہیں کہ ہم حکمت صدیق اکبر، پختگی فاروق، حیاء عثمان، علم علی، نرمی حسن، مضبوطی حسین، سیاست معاویہ، شجاعت حمزہ، تقویٰ معاذ، یقین عباس، تفقہ ابن مسعود، توکل ابو ہریرہ، زہد ابی ذر، سخات عبدالرحمٰن، عبادت ابن عمر، تواضع انس، صدق حذیفہ اور تمام صحابہ کی ہر خوبی کو اپنی زندگیوں میں زندہ کریں۔

اتباع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنانے کے لئے مسلمان کو جن اسباب کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حالات و سیرت کا مطالعہ ہے۔ یہ مطالعہ ہمیں ایسے خلفاء، علماء قضاۃ، حکماء اور بہادر لوگوں کے تذکرہ اور حالات سے روشناس کراتا ہے جن کے دل نور ایمانی سے روشن، جن کی جبیں سجود عاشقانہ سے مزین، جن کے دل محبت رسول سے سرشار، جن کی زبانیں ذکر الٰہی سے معمور اور جن کے اعضاء اطاعت الٰہی میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کی روشنی کا مینار اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھدیتم﴾

''میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی
اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے''

زیر نظر کتاب بھی اس کاروانِ علم و آگہی کے ایک فرد مبارک کے تذکرہ پر مشتمل ہے،

جن کا نام نامی ''عبداللہ بن عباس'' ہے، ترجمان القرآن اور حبر الامۃ کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حدیث وفقہ اور بالخصوص تفسیر قرآن کے عظیم سرمایہ دار ہونے کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں گو عمر میں چھوٹے تھے لیکن آپ کا علمی مقام بہت بلند تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

> ''ابن عباسؓ ادھیڑ عمر والوں میں نوجوان ہیں، ان کی زبان سائل اور ان کا ذہن رسا ہے''

مجاہد تابعیؒ کہتے ہیں:

> ''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاوی سے بہتر کسی شخص کا فتوی نہیں دیکھا، علاوہ اس شخص کے جو قال رسول اللہ کہے''

طاؤس فرماتے تھے:

> ''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو اصحاب کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مباحثہ کرتے اور دونوں میں اختلاف رائے ہوتا تو آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر ہی فیصلہ ہوتا''

عبیداللہ بن عباسؒ کہتے ہیں:

> ''میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم، ان سے زیادہ صائب الرائے، ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہیں دیکھا، حضرت عمرؓ باوجود اپنے ملکہ اجتہاد اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے ابن عباسؓ کو مشکلات کے لئے تیار کرتے تھے''

قاسم بن محمدؒ جو کہ مدینہ منورہ کے مشہور سات فقہاء میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں:

> ''ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس میں کبھی کوئی باطل تذکرہ نہیں سنا اور ان سے زیادہ کسی کا فتوی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں

دیکھا'' (مذکورہ اقوال کے لئے دیکھئے، سیر الصحابہ (۲/۲۶۹)

جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''آج اس امت کا عالم اٹھ گیا، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کا نائب بنائے گا''

الاصابۃ (۴/۹۲)

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب کچھ دیر بعد اٹھ کر چلے گئے تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایک دن یہ شخص امت کا سب سے بڑا عالم ثابت ہوگا''

الاصابۃ (۴/۹۸)

حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے وفور علم کی وجہ سے ''حبر الامۃ'' یعنی امت کے سب سے بڑے عالم کہلائے جانے لگے۔

اس کتاب میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حیات مبارکہ کے سو قصوں کو حدیث وسیر کی مستند ترین کتابوں سے جمع کیا گیا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو سامنے لانے کی بھرپور کوشش کی گئی جو کسی نہ کسی انداز میں پڑھنے والوں کے دل پر دستک دیں اور عمل کے جذبہ کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ مرتب کی طرف سے کوئی کوتاہی سامنے آئے تو ایک طالب علم کی لغزش قلم سمجھ کر اسے معاف فرمائیں اور اگر کوئی بات فائدہ دے جائے اور عمل صالح کا ذریعہ بن جائے تو راقم کی انتہائے تمنا یہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کو سمجھیں، ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں اور انہی کے نقش قدم پر چلیں، اللہ ہماری زندگی سے باطل لوگوں کے باطل طریقے نکال دے اور سچے لوگوں کے نورانی طریقوں کو ہماری زندگی میں زندہ کردے............

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اللہ تعالی بیت العلوم کے ارباب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے واقعاتی طرز تحریر پر مشتمل سیرت نگاریوں کا ایک بہت عمدہ سلسلہ شروع کیا ہے، بیت العلوم سے اب تک بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوسو قصے شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اشاعت خلفائے راشدین کے قصوں سے شروع ہوئی تھی لیکن قارئین کی پسندیدگی کے پیش نظر اب یہ سلسلہ کافی وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اللہ تعالی ان حضرات کی تمام دینی واصلاحی کاوشوں کو قبول فرمائے اور دین وعلم کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

محمد اویس سرور
فاضل ومدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(متوفی: ۶۸ ھ)

کچھ قمریوں کو یار ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے میری داستاں کے ہیں

نام ونسب:

عبداللہ نام، ابوالعباس کنیت، والد کا نام عباس رضی اللہ عنہ اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے:

''عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خواہر زادہ تھے، کیونکہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔

پیدائش:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی میں تولد پذیر ہوئے جہاں مشرکین قریش نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کر دیا تھا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو بارگاہ نبوت میں لے کر آئے تو آپؐ نے منہ میں لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی۔

اسلام:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بظاہر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتداہی میں داعی توحید کو لبیک کہا تھا۔

ہجرت:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ۸ ھ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک روز انہوں نے واپس آ کر بیان کیا،

''میں نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں نہیں جانتا ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟'' حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے ان کو بلا کر فرط محبت سے اپنے آغوش عاطفت میں بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی ''اے خدا اس میں برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا''

عہد طفولیت میں مصاحبت رسولؐ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گو فطرۃ ذہین، سلیم الطبع، متین اور سنجیدہ تھے، تاہم انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہد طفولیت تھا، جس میں انسان کو کھیل کود سے دل آویزی ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ میں لڑکوں کے ساتھ گلیوں میں کھیلتا پھرتا تھا۔ پھر ایک روز رسول اللہ ﷺ کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے ایک گھر کے دروازہ میں چھپ گیا، لیکن آپؐ نے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا ''جا معاویہ کو بلا لا'' وہ حضور ﷺ کے کاتب تھے، میں نے جا کر ان سے کہا'' آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو یاد فرماتے ہیں، کوئی خاص ضرورت ہے'' ام المومنین حضرت میمونہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ تھیں اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھیں، اس لیے وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے، اس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں رات کے وقت اپنی خالہ (حضرت) میمونہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس سو رہا تھا، آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپؐ نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا۔

اس سلسلہ میں بارہا خدمت گزاری کا شرف بھی حاصل ہوا، ایک مرتبہ رسول ﷺ نماز کے لیے بیدار ہوئے، انہوں نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا، آپؐ نے وضو فرما کر پوچھا، پانی کون لایا تھا؟ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا، آنحضرت ﷺ نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا'' **اللھم فقھه فی الدین و علمه**

التاویل‘‘۔یعنی اے اللہ! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا۔

کسی کی بزم نے دنیائے دل ڈالی
خودی کے ساتھ گیا بے خودی کے ساتھ آیا

ذکاوت وذہانت میں ممتاز شخصیت:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخ بدر کے ساتھ مجلسوں میں شریک کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، انہوں نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسوں میں کیوں شریک کرتے ہو، ان کے برابر تو ہمارے لڑکے ہیں، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک دن ان کو بلا بھیجا اور لوگوں سے پوچھا کہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ (نصر) جب خدا کی نصرت اور فتح آ گئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرنا، کے بارے میں تم لوگوں کا کیا خیال ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں، کسی نے جواب دیا کہ نصرت و فتح پر ہم کو خدا کی حمد وثناء کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا بھی یہی خیال ہے، انہوں نے کہا نہیں، پوچھا پھر کیا ہے؟ عرض کی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے۔

علم حدیث کی خدمات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہیں جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں، اگر حدیث کی کتابوں میں ان کی روایتیں علیحدہ کر لی جائیں تو اس کے بہت اوراق سادہ رہ جائیں گے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۶۰ ہے ان میں ۷۵ متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری اور مسلم دونوں میں ہیں، ان کے علاوہ ۱۸ روایتوں میں بخاری منفرد ہیں، اور ۴۹ میں مسلم۔

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش وجستجو کا نتیجہ ہیں، گو بہت سی روایتیں براہ راست خود زبان وحی والہام سے لی ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۴، ۱۵ سال سے زائد نہ تھی، ظاہر ہے کہ اس عمر میں علم کا اتنا سرمایہ کہاں سے حاصل کر سکتے تھے۔

حدیث بیان کرنے میں احتیاط:

عموماً کثیر الروایت راویوں کے متعلق یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے میں محتاط نہیں ہوئے، اور رطب و یابس کا امتیاز نہیں رکھتے، لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک وشبہات سے ارفع واعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت آنحضرت ﷺ کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہاں اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے تھے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کرتے تھے، جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی رطب ویابس حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا، لوگوں سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ کہتے وقت یہ خوف نہیں معلوم ہوتا کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے، یا زمین شق ہو جائے، اور تم اس میں سما جاؤ، اسی احتیاط کی بنا پر فتویٰ دیتے تو آنحضرت ﷺ کا نام نہ لیتے تھے کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اٹھانا پڑے۔

حضرت ابن عباسؓ کی فقہی خدمات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ فقہ کی سنگ بنیاد ہیں، اس کی تشریح کے لیے ایک دفتر چاہیے، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں، تاہم ان کی فقہ دانی کا سرسری انداز اس سے ہو سکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پرپوتے نے جو اپنے زمانہ کے امام تھے، ان کے فتاویٰ ۲۰ جلدوں میں جمع کیے تھے۔

مکہ میں فقہ کی بنیاد ان ہی نے رکھی، وہ تمام فقہاء جن کا سلسلہ مکہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے، وہ سب بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے خوشہ چین تھے، ایک فقیہ و مجتہد کے لیے قیاس ناگزیر ہے، کیونکہ وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں، جو حضرت

حامل شریعت علیہ السلام کے عہد میں نہ تھے، اور ان کے متعلق کوئی صریح حکم موجود نہیں ہے، ایسے وقت میں مجتہد کا یہ فرض ہے کہ وہ منصوصہ احکام اور ان میں علت مشترک نکال کران پر قیاس کر کے حکم صادر کرے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے جواب مل جاتا تو ٹھیک، ورنہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی مقصد برآری نہ ہوتی تو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ دیکھتے، اگر اس سے بھی عقدہ حل نہ ہوتا تو پھر اجتہاد کرتے مگر اسی کے ساتھ قیاس بالرائے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اس کی مذمت میں کہتے ہیں کہ ''جو شخص کسی مسئلہ میں ایسی رائے دیتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہیں ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب وہ خدا سے ملے گا تو اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا''

وصال پر ملال:

۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہو گیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بستر علالت کے اردگرد احباب ومعتقدین کا ہجوم تھا، بولے ''میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ومقرب ہے، اس لیے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہترین جماعت ہو'' غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفس عنصری چھوڑا، محمد بن حنفیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کر کے کہا ''خدا کی قسم! آج دنیا سے ''حبر امت'' اٹھ گیا غیب سے ندا آئی:

یٰأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً. (فجر)

''یعنی اے نفس مطمئن اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ''

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر الصحابۃ (۲/۲۳۵) اسد الغابۃ، تذکرۃ ابن عباسؓ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ۱۰۰ قصے

(قصہ ۱) ﴿اہل شرک کی ایذاء رسانیاں﴾

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ کیا مشرکین حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے جن کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم دین کے چھوڑنے میں معذور قرار دیئے جاتے تھے؟ انہوں نے کہا:

> اللہ کی قسم! وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ مارتے بھی اور ان کو بھوکا اور پیاسا بھی رکھتے حتیٰ کہ کمزوری کی وجہ مسلمان سیدھا نہ بیٹھ سکتے اور جو شرکیہ کلمات وہ مسلمانوں سے کہلوانا چاہتے مسلمان (مجبور ہو کر جان بچانے کے لئے) کہہ دیتے۔ وہ مشرک کسی مسلمان سے یوں کہتے کہ لات وعزیٰ بھی اللہ کے علاوہ معبود ہیں یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا ہاں ہیں اور گندگی کا کیڑا ان کے پاس سے گزرتا تو وہ کسی مسلمان سے کہتے کہ اللہ کے علاوہ یہ کیڑا تیرا معبود ہے یا نہیں؟ وہ مسلمان کہہ دیتا۔ ہاں ہے چونکہ وہ مشرک مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ اس وجہ سے مسلمان اپنی جان بچانے کے لئے یہ کہہ دیا کرتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ (۵۹/۳)

(قصہ ۲) ﴿دل کو مرے شعور محبت بھی جب نہ تھا﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ۵ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم لوگ غزوہ احزاب کے سال قریش کے ساتھ نکلے تھے۔ میں اپنے بھائی حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ہمارے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ جب ہم عرج پہنچے تو ہم لوگ راستہ بھول گئے اور رکوبہ گھاٹی کے بجائے ہم جثجالہ چلے گئے یہاں تک کہ ہم قبیلہ بنوعمرو بن عوف کے ہاں آ نکلے اور پھر مدینہ پہنچ گئے اور ہم نے

حضور ﷺ کو خندق میں پایا۔ اس وقت میری عمر آٹھ سال تھی اور میرے بھائی کی عمر تیرہ سال تھی۔ (حیاۃ الصحابۃ (۴۹۸/۱)

میں اس وقت سے تیرا پرستار حسن ہوں
دل کو مرے شعور محبت بھی جب نہ تھا

(قصہ ۳) ﴿ گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت چمن ﴾

حضرت حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب (انصاری) رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اپنے قرضے کی شکایت کی (کہ قرضہ ادا کرنے کے لئے کچھ دے دیں) لیکن حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے (تعاون کا) وہ رخ نہ دیکھا جسے وہ چاہتے تھے بلکہ (بے رخی کا) وہ انداز دیکھا جو انہیں پسند نہ تھا (کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو چند ضروری امور کے لئے رقم کی ضرورت ہوگی یا رقم موجود نہ ہوگی) تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (اے انصار) تم میرے بعد دیکھو گے کہ دوسروں کو تم پر ترجیح دی جائے گی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر حضور ﷺ نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ صبر کرنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر صبر کرو۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! آج کے بعد تم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔ پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بصرہ گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں ٹھہرے انہوں نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو اپنا مکان خالی کر کے دے دیا اور کہا میں تمہارے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا تم نے حضور ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آ گئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا کہ گھر میں جتنا سامان ہے وہ بھی سارا آپ کا ہے اور انہیں چالیس ہزار اور بیس غلام بھی مزید دیئے۔ کنز العمال (۹۵/۷)

طبرانی کی روایت میں آخر میں اس طرح ہے کہ پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا

گورنر مقرر کر رکھا تھا۔ انہوں نے کہا اے ابوایوب! میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے اس مکان سے باہر آ جاؤں اور یہ آپ کو دے دوں جیسے آپ نے حضور ﷺ کے لئے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا وہ سب گھر سے باہر آ گئے اور گھر کے اندر جتنا سامان تھا وہ سارا ان کو دے دیا۔ جب حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ وہاں سے جانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا آپ کو کتنی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا میرا مقرر کردہ وظیفہ اور آٹھ غلام جو کہ میری زمین میں کام کر سکیں، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا وظیفہ چار ہزار تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے پانچ گناہ کر دیا۔ چنانچہ ان کو بیس ہزار اور چالیس غلام دیئے۔ حیاۃ الصحابۃ (۵۳۹/۱)

(قصہ ۴) ﴿شان ابن عباسؓ میں حضرت حسانؓ کے اشعار﴾

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کو حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک ضروری کام تھا۔ راوی ابن ابی الزناد کو شک ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا یا عثمان رضی اللہ عنہ کا۔ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اور حضور ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو (سفارش کے لئے) ساتھ لے کر گئے۔ چنانچہ (ہماری سفارش کے لئے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی گفتگو کی اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی کی اور ان سب نے انصار کا اور ان کے مناقب اور فضائل کا خوب تذکرہ کیا لیکن والی نے (قبول کرنے سے) عذر کر دیا۔ حضرت حسان فرماتے ہیں کہ ہم جس کام کے لئے گئے وہ بہت اہم تھا ہمیں اس کی شدید ضرورت تھی وہ حضرات والی سے اپنی بات کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو انہیں معذور سمجھ کر وہاں سے (ناامید ہو کر) کھڑے ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! پھر تو انصار کا کوئی مرتبہ اور درجہ نہ ہوا۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نصرت کی اور ٹھکانہ دیا اور پھر ان کے فضائل ذکر کرنے لگ گئے اور (حضرت حسان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) یہ بھی کہا یہ حضور ﷺ کے شاعر ہیں جو حضور ﷺ کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے غرض یہ کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے سامنے جامع اور مدلل کلام پیش کرتے رہے اور والی کی ہر دلیل کا جواب دیتے رہے۔ آخر والی نے جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو ہمارا کام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ضرورت ان کی زوردار گفتگو کے ذریعے سے پوری کر دی۔ ہم وہاں سے باہر آئے۔ میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا میں ان کی تعریف کر رہا تھا اور ان کے لئے دعا کر رہا تھا پھر میں مسجد میں ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ (والی کے پاس) گئے تھے لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جتنا زور نہیں لگایا تھا میں نے بلند آواز میں اس طرح کہا کہ یہ حضرات بھی سن لیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہمارے ساتھ آپ لوگوں سے زیادہ لگاؤ اور تعلق ہے (آج ہمارے حق میں یہ بہتر ثابت ہوئے) انہوں نے کہا بے شک پھر میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا یہ نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہیں جس کے یہ تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف میں یہ اشعار کہے ؎

اِذَا قَالَ لَمْ يَتْرُكْ مَقَالاً لِقَائِلٍ بِمُلْتَقَطَاتٍ لَّاتَرىٰ بَيْنَهَا فَضْلاً

ترجمہ: ''وہ (ابن عباس) جب بات کرتے ہیں تو ایسی جامع اور زوردار بات کرتے ہیں جس میں تمہیں کوئی بیکار زائد بات نظر نہ آئے گی اور وہ کسی کے لئے مزید بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں''

كَفىٰ وَشَفىٰ مَافِي الصُّدُوْرِ فَلَمْ يَدَعْ لِذِی اِرْبَةٍ فِي الْقَوْلِ جِدًّا وَّلَاهَزْلاً

ترجمہ: ''ان کی گفتگو تمام پہلوؤں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اور سب کے دل اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ضرورت مند کے لئے مزید کسی قسم کی بات کرنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہیں''

سَمَوْتَ اِلَى الْعُلْيَا بِغَيْرِ مَشَقَّةٍ فَنِلْتَ ذُرَاهَا لَادَنِيًّا وَّلَا وَغْلاً

ترجمہ: ''(اے عباس) آپ بلند ہو کر بغیر مشقت کے عالی مرتبہ پر پہنچ گئے اور اس کی انتہائی بلندی پر پہنچ گئے، آپ نہ کم عزت ہیں اور نہ کمزور''

طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ (ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

انصار کے لئے) اس (جذبہ شفقت) کے تم سے زیادہ حقدار ہیں اور اللہ کی قسم! یہ تو نبوت کے بقیہ اثرات ہیں اور احمد ﷺ کی وراثت ہیں اور ان کی خاندانی اصل اور ان کی طبیعت کی عمدگی ان تمام باتوں میں ان کی رہبری کرتی ہے لوگوں نے کہا اے حسان! ذرا مختصر بات کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگے ؎

اِذا مَـا أبـنُ عَبَّـاسٍ بدالک وَجْهُـه رَأیْـتَ لَـهُ فِـی کُـلِّ مَجْمَعةٍ فَضْلاً

''جب ابن عباس کا چہرہ تمہارے سامنے ظاہر ہوگا تو تم ہر مجمع میں اس کے لئے فضیلت دیکھو گے''

پھر پچھلے مذکورہ تین اشعار ذکر کئے اور اس کے بعد اس شعر کا اضافہ کیا ؎

خُلِقْتَ حَلِیْفاً لِلْمُرُوْنَةِ وَالنَّدی بلیغا ولم تُغْلَقْ کَمَا مًا وّ لَا حَلًا

''تم مروت اور سخاوت کے حلیف بنا کر اور فصیح و بلیغ بنا کر پیدا کئے گئے ہو اور تم سست اور بیکار نہیں پیدا کئے گئے''

اس پر اس والی نے کہا اللہ کی قسم! اس نے سست کہہ کر مجھے ہی مراد لیا ہے کسی اور کو مراد نہیں لیا۔ اور اللہ ہی میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ حیاۃ الصحابۃ (۵۴۱/۱)

(قصہ ۵) ﴿حضرت معاویہؓ کے ابن عباسؓ سے کچھ سوالات﴾

حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آنے کی اجازت چاہی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قریش کے مختلف خاندان بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے سعید! میں ابن عباس سے ایسے سوالات کروں گا جن کا وہ جواب نہیں دے سکیں گے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے آدمی کے لئے تمہارے سوالات کے جوابات دینا کوئی

مشکل کام نہیں ہے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آ کر بیٹھ گئے تو ان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے۔ وہ اللہ کی قسم قرآن کی تلاوت فرمانے والے اور کجی سے دور اور بے حیائی سے غفلت برتنے والے اور برائی سے روکنے والے اور اپنے دین کو خوب اچھی طرح جاننے والے اور اللہ سے ڈرنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے اور دنیا سے محفوظ اور مخلوق کے ساتھ عدل وانصاف کا عزم رکھنے والے اور نیکی کا حکم کرنے اور خود نیکی پر چلنے والے اور تمام حالات میں اللہ کا شکر کرنے والے اور صبح وشام اللہ کا ذکر کرنے والے اور اپنی ضرورتوں کے لئے اپنے نفس کو دبا لینے والے تھے اور وہ پرہیزگاری اور قناعت میں اور زہد اور پاکدامنی میں نیکی اور احتیاط میں اور دنیا کی بے رغبتی اور حسن سلوک کا اچھا بدلہ دینے میں اپنے تمام ساتھیوں سے آگے تھے جو ان پر عیب لگائے اس پر قیامت تک اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ ابوحفص (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) پر رحم کرے۔ اللہ کی قسم وہ اسلام کے مددگار ساتھی اور یتیموں کا ٹھکانہ، ایمان کا خزانہ اور کمزوروں کی جائے پناہ اور پکے مسلمانوں کی جائے قرار اور اللہ کی مخلوق کے لئے قلعہ اور تمام لوگوں کے لئے مددگار تھے۔ وہ صبر اور امید ثواب کے ساتھ اللہ کے دین حق کو لے کر کھڑے ہوئے (آخرت کے ثواب اور اللہ کی رضامندی کی امید میں ہر تکلیف پر صبر کیا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب فرمادیا اور کئی ملکوں پر اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی اور تمام علاقوں میں چشموں اور ٹیلوں پر تمام اطراف واکناف عالم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہونے لگا۔ وہ بدگوئی کے وقت بڑے وقار والے اور فراخی وتنگی ہر حال میں اللہ کا شکر کرنے والے، ہر گھڑی اللہ کا ذکر کرنے والے تھے۔ جو ان سے بغض رکھے یوم حسرت تک (یعنی قیامت تک) اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے

بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوعمرو (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے۔ وہ بڑے شریف سسرال والے اور نیک لوگوں سے بہت جوڑ رکھنے والے اور مجاہدین میں سب سے زیادہ جم کر مقابلہ کرنے والے اور بڑے شب بیدار اور اللہ کے ذکر کے وقت بہت زیادہ رونے والے دن رات اپنے مقصد کے لئے فکرمند رہنے والے ہر بھلے کام کے لئے تیار اور ہر نجات دینے والی نیکی کے لئے بھاگ دوڑ کرنے والے اور ہر ہلاک کرنے والی برائی سے دور بھاگنے والے تھے۔ انہوں نے غزوہ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کو بہت سارا سامان دیا تھا اور یہودی سے خرید کر بیر رومہ (کنواں) مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے داماد تھے۔ ان کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد نکاح میں تھیں۔ جو ان کی برا بھلا کہے اللہ تعالیٰ اسے تا قیامت پشیمانی میں مبتلا رکھے۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوالحسن (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے اللہ کی قسم وہ ہدایت کا جھنڈا، تقویٰ کا غار، عقل کا گھر اور رونق کا ٹیلہ تھے۔ رات کی اندھیری میں چلنے والوں کے لئے روشنی تھے اور عظیم سیدھے راستے کی دعوت دینے والے اور وعظ و نصیحت کرنے والے، پہلے آسمانی صحیفوں اور کتابوں کو جاننے والے، قرآن کی تفسیر بیان کرنے والے، وعظ و نصیحت کرنے والے، ہدایت کے اسباب میں ہمیشہ لگے رہنے والے، ظلم و اذیت رسائی کے چھوڑنے والے اور ہلاکت کے راستوں سے ہٹ کر چلنے والے تھے۔ تمام مومنوں اور متقیوں میں سے بہترین، تمام کرتہ اور چادر پہننے والے انسانوں کے سردار، حج و سعی کرنے والوں میں سب سے افضل، عدل و مساوات کرنے والوں میں سے سب سے بڑے جوانمرد تھے اور انبیاء اور مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ تمام دنیا کے انسانوں سے زیادہ اچھے خطیب تھے۔ جنہوں نے دونوں قبلوں بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی۔ کیا کوئی مسلمان ان کی برابری کرسکتا ہے؟ جبکہ وہ تمام عورتوں میں سے بہترین عورت (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) کے

خاوند تھے اور حضور ﷺ کے دونواسوں کے والد تھے۔ میری آنکھوں نے ان جیسا کبھی نہیں دیکھا اور نہ آئندہ قیامت تک کبھی دیکھ سکیں گی جوان پر لعنت کرے اس پر اللہ اور اس کے بندوں کی قیامت تک لعنت ہو۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے۔ اللہ کی قسم وہ دونوں پاک باز صاف ستھرے مسلمان شہید اور عالم تھے۔ ان دونوں سے ایک لغزش ہوئی جسے اللہ تعالیٰ انشاء اللہ اس وجہ سے ضرور معاف فرما دیں گے کہ ان دونوں حضرات نے شروع سے دین کی مدد کی اور ابتداء سے حضور ﷺ کی صحبت میں رہے اور نیک اور عمدہ کام کیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ حضرت ابوالفضل (یہ حضرت عباس کی کنیت ہے) پر رحمت نازل فرمائے وہ اللہ کی قسم! حضور ﷺ کے والد ماجد کے سگے بھائی اور اللہ کے برگزیدہ انسان یعنی حضور ﷺ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور تمام لوگوں کے لئے جائے پناہ اور حضور ﷺ کے چچوں کے سردار تھے۔ تمام امور میں بڑی بصیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ انجام پر نظر رہتی تھی۔ علم سے آراستہ تھے ان کی فضیلت کے تذکرہ کے وقت دوسروں کی فضیلتیں ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے خاندان کے قابل فخر کارناموں کے سامنے دوسرے خاندانوں کے کارنامے پیچھے رہ گئے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کی تربیت اس عبدالمطلب نے کی جو ہر لعل وحرکت والے انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور قریش کے تمام پیادہ اور سواروں سے زیادہ قابل فخر تھے۔

یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے۔ حیاۃ الصحابۃ (۶۶/۱)

(قصہ ۶) ابوطالب کا آخری وقت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کی

ایک جماعت ان کے پاس آئی جس میں ابو جہل بھی تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے اور یوں یوں کرتا ہے اور یوں یوں کہتا ہے لہٰذا آپ ان کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر ان کو بلالیں اور ایسا کرنے سے ان کو روک دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک آدمی بھیجا آپ تشریف لے آئے اور گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت ابوطالب کے قریب ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابو جہل لعنت اللہ کو اس بات کا خطرہ ہوا کہ اگر حضور اقدس ﷺ ابوطالب کے پہلو میں بیٹھ گئے تو (اتنے قریب بیٹھنے کی وجہ سے) ابوطالب کے دل میں حضور ﷺ کے لئے زیادہ نرمی پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ چھلانگ لگا کر خود اس جگہ جا بیٹھا اور حضور ﷺ کو اپنے چچا کے قریب بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ چنانچہ آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ابو طالب نے آپ سے کہا کہ اے میرے بھتیجے! کیا بات ہے تمہاری قوم کے لوگ تمہاری شکایت کررہے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں اور یوں یوں کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس پر سب لوگوں نے بولنا شروع کردیا۔ آپ نے گفتگو شروع فرمائی اور فرمایا کہ اے میرے چچا! میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ لوگ صرف ایک کلمہ کا اقرار کرلیں تو تمام اہل عرب ان کے ماتحت اور فرمانبردار بن جائیں گے اور تمام اہل عجم ان کو جزیہ دینے لگ جائیں گے۔ آپ کی یہ بات سن کر وہ لوگ چوکنے ہوگئے اور (بیتاب ہوکر) کہا آپ کے والد کی قسم (اتنی بڑی بات کے لئے) ایک کلمہ تو کیا ہم دس کلموں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہ سن کر وہ لوگ پریشان ہوکر اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ یہ واقعی بہت عجیب اور انوکھی بات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس موقعہ پر اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ سے لے کر بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ تک آیات نازل ہوئیں۔

تفسیر ابن کثیر (۴/۲۸)

(قصہ ۷) حضرت ابن عباسؓ کے بیعت ہونے کا قصہ

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کو بچپن ہی میں بیعت فرمایا نہ ابھی ان کی داڑھی نکلی تھی اور نہ ابھی یہ لوگ بالغ ہوئے تھے ہمارے علاوہ اور کسی بچے کو بیعت نہیں کیا۔ حیاۃ الصحابۃ (۱/۳۴۳)

چشم ساقی تو نے رگ رگ میں وہ بھر دی بجلیاں
دار تک اب تیرے دیوانے مچلتے جائیں گے

(قصہ ۸) حضرت ابن عباسؓ کا حافظہ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے عمر بن ابی ربیعہ شاعر آیا اور ستر اشعار کا ایک طویل قصیدہ پڑھ گیا۔ شاعر کے جانے کے بعد ایک شعر کے متعلق گفتگو چلی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مصرعہ اس نے یوں پڑھا تھا۔ جو مخاطب تھا اس نے پوچھا کہ تم کو پہلی دفعہ میں کیا پورا مصرعہ یاد رہ گیا؟ بولے کہو تو پورے ستر شعر سنا دوں اور سنا دیا۔ (تدوین حدیث، ص:۱۰۴)

(قصہ ۹) اگر نہ ان کی پناہ ملتی......

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے تو حضور ﷺ اور آپ کے مسلمان ساتھی شعب ابی طالب میں محصور تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حاضر خدمت کیا گیا آپ ؐ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا دی۔

اسد الغابۃ (۳/۱۹۳)

اگر نہ ان کی پناہ ملتی نجانے کیا کچھ تباہ ہوتے
جہاں میں ہم لوگ آ گئے تھے ظلوم بن کر جہول ہو کر

(قصہ ۱۰) ﴿سینے سے لگالو دیوانوں یہ درد بمشکل ملتا ہے﴾

بصرہ کے چند قاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت کثرت سے روزے رکھنے والا ہے، بہت زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے۔ اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے اور اس کی تمنا کرتا ہے کہ اسکی سی عبادت ہم بھی کیا کریں۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے لیکن غریب کے پاس جہیز کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان حضرات کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولا جس میں چھ توڑے (روپیہ اشرفی کی تھیلی توڑا کہلاتی ہے) نکالے اور ان حضرات کے حوالہ کر دیئے کہ اس کو دے دیں۔ یہ لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا۔ یہ مال اس کے حوالہ اگر کر دیا جائے گا تو اس غریب کو بڑی دقت ہوگی وہ جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کی مشغولی بڑھ جائے گی اس کی عبادت میں حرج ہوگا۔ اس دنیا کم بخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گزار مومن کا حرج کیا جائے ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے گی کہ ایک دین دار کی خدمت ہم ہی کر دیں لہٰذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم سب مل کر کر دیں اور سامان تیار کر کے اس کے حوالہ کر دیں۔ وہ حضرات بھی اس پر راضی ہو گئے اور سارا سامان اس رقم سے مکمل تیار کر کے اس فقیر کے حوالہ کر دیا۔

(فضائل صدقات، ص:۶۹۸)

(قصہ ۱۱) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی سخاوت کا قصہ﴾

ابان بن عثمانؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پریشان اور ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی کہ قریش کے سرداروں کے پاس جا کر یہ کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کل صبح کو آپ کی کھانے پر دعوت کی ہے۔ سب جگہ یہ پیغام پہنچاتا ہوا پھر گیا۔ جب صبح کو کھانے کا وقت ہوا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر اتنا مجمع اکٹھا

ہوگیا کہ گھر بھر گیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ صورت پیش آئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سب کو بٹھایا اور بازار سے پھلوں کے ٹوکرے منگا کران کے سامنے رکھے کہ اس سے مصروف رہیں اور بات چیت شروع کردی اور بہت سے باورچیوں کو حکم دے دیا کہ کھانا تیار کیا جائے۔ اتنے وہ حضرات پھلوں کے کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ کھانا تیار ہوگیا۔ سب نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے خزانچیوں سے پوچھا کیا اتنی گنجائش ہے کہ ہم اس دعوت کے سلسلہ کو روزانہ جاری رکھ سکیں انہوں نے عرض کیا کہ اتنی گنجائش موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمادیا کہ اس مجمع کی روزانہ صبح کو ہمارے یہاں دعوت ہے روز آجایا کریں۔

یہ زمانہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوپر فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مگران حضرات کے سخاوت کے زور سے مال اس طرح جلد ختم ہوجاتا تھا جیسا کہ پانی چھلنی میں بھرا اور ختم ہوا۔ اس لئے جب ہوتا تھا تو خوب ہوتا تھا اور جب وہ ختم ہوجاتا تھا تو اپنے پاس کھانے کو ایک درہم بھی نہ رہتا تھا۔ نہ جمع کرنے کا ان کا دستور تھا نہ اپنے لئے علیحدہ کرکے رکھنا یہ جانتے تھے کہ کسی جانور کا نام ہے۔ لاکھوں کی مقدار آتی تھی اور منٹوں میں تقسیم ہوجاتی تھی۔ (فضائل صدقات، ص: ۷۰۳)

(قصہ ۱۲) ﴿حضورؐ کی حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا﴾

حضرت عباس رضی اللہ عنہما ۸ھ میں فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ پہنچے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے تھے ایک روز انہوں نے واپس آکر بیان کیا، ''میں نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کو میں نہیں جانتا ہوں، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟'' حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ان کو بلاکر فرط محبت سے اپنے آغوش عاطفت میں بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی ''اے خدا اس میں برکت نازل فرما اور اس کے علم کی روشنی پھیلا''

(سیر الصحابۃ (۲۳۶/۲) بحوالہ الاصابۃ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ)

(قصہ ۱۳) ﴿نبیذ پینے کی وجہ﴾

ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ آل معاویہ پانی میں شہد ملا کر پلاتے ہیں اور آل فلاں دودھ پلاتے ہیں اور آپ لوگ نبیذ (پانی میں کچھ دیر کھجور یا کشمش پڑی رہے تو اسے نبیذ کہتے ہیں) پلاتے ہیں، کیا آپ لوگ کنجوس ہیں (اللہ نے تو بہت دے رکھا ہے لیکن کنجوسی کی وجہ سے نبیذ پلاتے ہیں جو کہ سستی چیز ہے) یا سچ مچ آپ لوگ حاجت مند ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

> ''ہم لوگ نہ کنجوس ہیں اور نہ حاجت اور غریب، بلکہ نبیذ پلانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ سواری پر آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی مانگا تو ہم نے اس سبیل کی نبیذ آپ کی خدمت میں پیش کی جسے آپ نے پی لیا اور فرمایا تم نے بہت اچھا انتظام کیا ہے ایسے ہی کرتے رہنا'' (حیاۃ الصحابۃ (۴۷۸/۲)

(قصہ ۱۴) ﴿فیضانِ نظر﴾

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھیں، اس لیے وہ اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی انہی کے گھر سورہتے تھے، اس طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ میں رات کے وقت اپنی خالہ (حضرت) میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سو رہا تھا، آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھ کر بائیں طرف کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا۔ (صحیح بخاری (۹۷/۱)

(قصہ ۱۵) ﴿خدمت رسولؐ کا اجر﴾

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے بیدار ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے وضو کے لیے پانی لا کر رکھ دیا، آپؐ نے وضو فرما کر پوچھا ''پانی کون لایا تھا؟'' حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لیا، آنحضرت ﷺ نے خوش ہو کر دعائیں دیں اور فرمایا ''اللهم فقهه في الدين و علمه التاويل ''یعنی'' اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا'' مسند احمد (۳۲۸/۱) ومستدرک حاکم (۵۳۴/۳)

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دینی فہم و دانش کا ایسا ذخیرہ عطا ہوا کہ آپ امت کے سب سے بڑے عالم قرار پائے۔ آپ کو ترجمان القرآن ہونے کا اعزاز حاصل ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس وقت دنیا میں رائج فقہ حنبلی اور فقہ شافعی کے بہت سے مسائل کی بنیاد آپ کی تعلیمات و روایات پر ہے۔ علم تفسیر کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ اس میں نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ''تفسیر ابن عباس'' کے نام سے اب بھی دستیاب ہے۔ اس کتاب کا اردو کے علاوہ مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

(قصہ ۱۶) ﴿علم و فہم میں اضافے کی دعا﴾

ایک دفعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نماز میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا، لیکن وہ حیص بیص میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے، آنحضرت ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے تھا عرض کی ''یا رسول اللہ کیا آپ کے برابر کھڑا ہونا کسی کے لیے مناسب ہے، حالانکہ آپؐ رسول اللہ (ﷺ) ہیں'' آنحضرت ﷺ نے ان کے علم اور دینی سمجھ میں اضافہ کے لئے کی دعا فرمائی۔ مسند احمد (۳۳۰/۱) مستدرک حاکم (۵۳۵/۳)

(قصہ ۱۷) ﴿ابن عباسؓ کی ذہانت﴾

خلیفہ ثالث کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح والی مصر کے زیر اہتمام ۲۷ھ میں افریقہ پر فوج کشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ سے چل کر اس مہم میں شریک ہوئے اور ایک سفارت کے موقع میں جرجیر شاہ افریقہ سے مکالمہ ہوا، اس کو ان کی ذہانت وطباعی سے نہایت حیرت ہوئی اور بولا "میں خیال کرتا ہوں کہ آپ حبر عرب (عرب کے کوئی عالم متبحر) ہیں" سیر الصحابۃ (۲۳۹/۲)

(قصہ ۱۸) ﴿عہد عثانی میں امارت حج کی ذمہ داری﴾

چونکہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے، اس لیے اس سال وہ خود امارت حج کی ذمہ داری انجام نہ دے سکے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلا کر حج کا امیر بنایا اور فرمایا "خالد بن عاص کو میں نے مکہ کا والی مقرر کیا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ امارت حج کے فرائض انجام دینے پر شاید ان کی مزاحمت کی جائے اور اس طرح خانہ خدا میں بھی فتنہ وفساد اٹھ کھڑا ہو، اس لئے میں تم کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہوں"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس خدمت کو سرانجام دے کر واپس آئے تو مدینہ نہایت پرآشوب ہو رہا تھا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بار خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے، انہوں نے ان سے مشورہ طلب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا خلافت کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں خیال کرتا ہوں کہ اس حادثہ عظیم (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت) کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی اس پر خون ناحق کا اتہام لگایا جائے، تاہم لوگوں کو اسوقت آپ کی ضرورت ہے" غرض اہل مدینہ کے اتفاق عام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے اور نئے سرے سے ملکی نظم ونسق کا اہتمام شروع ہوا۔ (سیر الصحابہ (۲۳۹/۲)

(قصہ ۱۹) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی دور اندیشی﴾

۶۰ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یزید مسند نشین حکومت ہوا تو شیعان علی مرتضیٰ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس انقلاب سے فائدہ اٹھانے پر ابھارا اور کوفہ آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ مدینہ سے مکہ آئے اور یہاں سے عازم کوفہ ہوئے، چونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوفیوں کی غداری کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے اس لیے انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہ اصرار کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: اے ابن عم! میں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں، لیکن وہ نہیں ہوتا، اس طریقہ سے جانے میں مجھ کو تمہاری ہلاکت وتباہی کا خوف ہے، اہل عراق نہایت غدار ہیں، تم ان کے قول وقرار پر اعتبار نہ کرو تم اہل حجاز کے سردار ہو، اس لیے کوفہ جانے سے یہاں مقیم رہنا زیادہ مناسب ہے، ہاں! اگر اہل کوفہ درحقیقت تمہارے عقیدت مند ہیں تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کریں، پھر ان کے پاس جاؤ، اگر یہ منظور نہ ہو تو یمن کی راہ لو، وہاں بہت سے قلعے اور گھاٹیاں ہیں، ملک نہایت وسیع و فراخ ہے اور تمہارے والد کا اثر بھی خاصہ ہے، علاوہ ازیں دشمن کے دور ہونے کے باعث لوگوں سے مراسلت ومکاتبت کر سکتے ہو اور تمام ملک میں اپنے داعی پھیلا سکتے ہو مجھے امید ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی واطمینان کے ساتھ تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ: اے ابن عم! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ میرے سچے خیر خواہ مہربان ہیں، لیکن اب سفر کوفہ کی تیاریاں ہو چکی ہیں اور میں نے وہاں جانے کا عزم مصمم کر لیا ہے۔

عبداللہ بن عباس: اگر تم جاتے ہو تو خدارا بیوی، بچوں کو ساتھ نہ لے جاؤ، خدا کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم بھی اس طرح نہ شہید کیے جاؤ جس طرح (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے ذبح کیے گئے۔

لیکن مشیت الٰہی میں کس کو دخل تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ضد و

اصرار کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے تمام خاندان کے ساتھ راہی کوفہ ہوئے اور میدان کربلا نے وہ خونیں منظر پیش کیا جس سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے خاندان کی تباہی کا جو روح فرسا صدمہ ہوا ہوگا اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟ وہ بیس سال سے گوشہ نشین تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد تمام دنیا ان کے سامنے تیرہ و تار تھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے شاید اسی جگر خراش سانحہ کا اثر ہو۔ اسد الغابۃ (۱۹۵/۳)

(قصہ۲۰) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی مفسرانہ شان﴾

شفیق تابعی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موسم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خطبہ دیا اور اس میں سورہ نور کی تفسیر بیان کی، میں کیا بتاؤں وہ کیا تفسیر تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانوں نے سنی تھی، نہ آنکھوں نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی تھی۔

(مستدرک حاکم (۵۳۷/۳) سیر الصحابہ (۲۴۹/۲)

(قصہ۲۱) ﴿نگاہ عمرؓ میں مقام ابن عباسؓ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی علمی مجلسوں میں برابر شریک ہوئے تھے اور قرآن پاک کی تفسیر میں وہ اکثر بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بازی لے جاتے تھے، ایک دن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقہ مجلس میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا:

''اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُلَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

ترجمہ: ''کیا تم میں سے کوئی اس کو پسند کرے گا کہ اس کا کھجور اور

انگور کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں رواں ہوں، اس کے لیے ہر قسم کے پھل اس میں موجود ہوں، اور اس شخص پر بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ناتواں بچے ہوں، اس حالت میں اس باغ میں ایسا بگولہ آیا جس میں آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلا دیا، اسی طریقہ سے اللہ تمہارے لیے کھول کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے شاید تم تقویٰ اختیار کرو'' (البقرہ:۲۶۶)

لوگوں نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آ گیا، بولے اگر نہیں معلوم تو صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ نہیں معلوم۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جھجکتے ہوئے بولے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل میں ہو بیان کرو، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''اس میں عمل کی مثال دی گئی ہے'' جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ اس میں اس دولت مند کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ ''ایود احد کم ان تکون له جنة'')

(قصہ ۲۲) ایک تفسیری نکتہ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے، تم لوگ اس سے کون سی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتویں کسی نے پانچویں، کسی نے تیسری بتائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے، عرض کی اگر آپ فرماتے ہیں تو مجھ کو کیا عذر ہو سکتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے بولنے ہی کے لیے تمہیں بلایا ہے، کہا میں اپنی ذاتی رائے دوں گا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہوں، کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ

فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اوراس میں غلہ، شاخ، زیتون، کھجور کے درخت، گنجان باغ، اور پودے اگائے، یہ بھی سات باتیں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سن کر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گزرے ہوئے، جس کے سر کے گوشہ بھی ابھی درست نہیں ہوئے، یہ جواب کیوں نہ دیا گو بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی سات کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہیں سبھی نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی کسی نے سات کی شب بھی لی...... لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر میں نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہ رضی اللہ عنہم اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخران کو بھی ان کی مہارت تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا۔ سیر الصحابہ (۲۵۵/۲)

(قصہ ۲۳) حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مقام ابن عباسؓ

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آیت كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا کا مطلب پوچھا، انہوں نے امتحان کی غرض سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیا کہ ان سے پوچھ کر بتاؤ اس نے جا کر پوچھا انہوں نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اگائے، سائل نے واپس آ کر یہ جواب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا انہوں نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھ کو تفسیر قرآن میں ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم ان ہی کا حصہ ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انہوں نے اس سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھو قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہیں۔ (سیر الصحابہ ۲۵۶/۲)

(قصہ ۲۴) ﴿ناسخ ومنسوخ کے عالم﴾

علوم قرآنی میں علم النسخ کی اہمیت بالکل عیاں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس بحرذخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن میں متحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کی لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہیں، اس نے کہا نہیں، فرمایا، تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ سیر الصحابہ (۲۵۶/۲)

(قصہ ۲۵) ﴿فراست ابن عباسؓ﴾

گو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن کی تعلیم میں بخل نہ کرتے تھے اور ان کا دروازہ ہر طالب قرآن کے لئے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہوگی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائے گا، تو امت میں اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں سارے ممالک مسلمہ میں حفاظ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیں، ایک دن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بولے کہ اب ان میں اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے آئے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیج کر ان کو بلا بھیجا، انہوں نے عذر کر لیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر چلے آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انہوں نے کہا بخدا اب کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں طے کر چکا ہوں کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہوں گا، اس اصرار پر انہوں نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والوں نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر میں نے کہا کہ ان

لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انہوں نے سورۃ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُه' فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ، وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَاِذَا قِيْلَ لَه اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُه' جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادِ، وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَه ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ.

"اے محمد! لوگوں میں سے بعض ایسے آدمی بھی ہیں جن کی باتیں تم کو دنیاوی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی باتوں پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنوں میں بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمہارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک میں پھرے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا سے ڈرو تو ان کو عزت نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ بندوں پر شفقت کرنے والا ہے"

(البقرہ: ۲۰۴-۲۰۷)

یہ آیات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے سچ کہا۔ مستدرک حاکم (۵۴۰/۳) سیر الصحابۃ (۲۵۸/۲)

(قصہ ۲۶) ﴿طلب علم میں مشقت﴾

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ایک انصاری سے کہا

کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے، مگر آپ کے اصحاب زندہ ہیں چلو ان سے تحصیل علم کریں، انہوں نے کہا اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم پر حیرت ہوتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ لوگ علم میں خود تمہارے محتاج ہیں، پھر تم دوسروں کے پاس جاتے ہو، یہ جواب سن کر ان کو چھوڑ دیا اور تنہا جہاں کہیں سراغ ملتا کہ فلاں شخص نے آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے، فوراً مشقت اٹھا کر اس کے پاس پہنچتے......... اور اطلاع دیتے وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا کہ تم نے آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے، وہ کہتا ابن عم رسول ﷺ! آپ نے کیوں زحمت گوارا کی کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا، کہتے یہ میرا فرض تھا، اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چن کر خرمن علم کا انبار لگایا جب ان کے فضل و کمال کا چرچا زیادہ ہوا، اس وقت ان انصاری نے جنہوں نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تھا، ندامت کے ساتھ اقرار کیا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سے زیادہ عقل مند تھے۔ (سیر الصحابہ (۲/۲۵۹))

(قصہ ۲۷) ﴿علم فقہ میں تعمق کا قصہ﴾

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھ کو پتہ چلتا کہ اس نے آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں خود اس کے مکان پر جا کر اس سے حاصل کرتا حالانکہ اگر میں چاہتا تو راوی کو اپنے یہاں بلوا سکتا تھا، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے غلام تھے اس لیے ان کو آنحضرت ﷺ کے افعال دیکھنے اور اقوال سننے کا زیادہ موقع ملتا تھا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے پاس کاتب لے کر آتے اور پوچھتے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں دن کون سا عمل فرمایا اور کیا بات ارشاد فرمائی، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا، اسی تلاش و جستجو نے ان کو اقوال و اعمال نبوی ﷺ کا سب سے بڑا حافظ بنا دیا تھا، اکثر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو علم اور مرتبہ میں ان سے کہیں زیادہ تھے، ان کے مقابلہ میں اپنے قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ عورت طواف رخصت کئے بغیر لوٹ جائے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا تم حائضہ عورت کو طواف۔ رخصت چھوڑنے کا فتویٰ دیتے ہو،

انہوں نے کہا ہاں، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ فتویٰ نہ دیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تو یہی فتویٰ دوں گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلاں انصاریہ سے جا کر پوچھ لیجئے کہ حضور ﷺ نے اس کو یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر پوچھا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ صحیح نکلا۔ چنانچہ ہنستے ہوئے واپس آئے اور بولے تم نے سچ کہا تھا۔

مسند احمد (۱/۱۶۲۶)

(قصہ ۲۸) ﴿ایک الجھن کا حل﴾

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مسور بن مخرمہ میں محرم کے سر دھونے کے بارہ میں اختلاف ہوا، یہ کہتے تھے محرم سر دھو سکتا ہے، مخرمہ اس کے خلاف تھے اس پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تحقیق کے لئے بھیجا، یہ اس وقت کپڑا آڑ کئے ہوئے کنوئیں پر نہا رہے تھے، عبداللہ نے سلام کیا، انہوں نے پوچھا کون؟ کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین! ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا ہے کہ آنحضرت ﷺ احرام کی حالت میں کس طرح سر دھوتے تھے، ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب المحرم یغسل راسہٗ)

(قصہ ۲۹) ﴿ابن عباسؓ کی فقہی بصیرت﴾

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آنحضرت ﷺ کے کسی قول وفعل کے بارے میں اختلاف ہوتا تو وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف رجوع کرتے۔ اس بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے کہاں سے احرام باندھا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہا ''اے ابن عباس! مجھ کو حیرت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کے احرام باندھنے کی جگہ کی تعیین میں بہت زیادہ اختلاف رکھتے ہیں'' انہوں نے کہا میری معلومات اس بارے میں سب سے زیادہ ہیں چونکہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہی حج کیا ہے اس لیے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا، جو لوگ اس

وقت موجود تھے انہوں نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہیں ابتداء کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو کر چلے اس وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ نے مسجد میں احرام باندھا، اس کے بعد جب اونٹنی چلی اور جب بلند مقام پر چڑھے دونوں مرتبہ لبیک کہا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب وقت الاحرام)

(قصہ ۳۰) ایک بے مثال علمی محفل کی سرگزشت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، سینکڑوں طلب گار روزانہ ان کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا کبھی کوئی شخص ان کے چشمہ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسیں خصوصیت کے ساتھ درس و تدریس اور علمی مذاکروں کے لیے مخصوص تھیں اور ان میں باقاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی ابو صالح تابعی بیان کرتے تھے کہ

> ''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مکان کے سامنے آدمیوں کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد ورفت مشکل تھی، میں نے جا کر اس اژدحام کی اطلاع دی تو مجھ سے پانی مانگا میں پانی لایا، انہوں نے وضو کیا، وضو کر کے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہوں ان کو اطلاع دو، میں نے اطلاع دی، دیکھتے ہی دیکھتے سائلوں سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دے کر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام وحلال اور فقہ کے سائلوں کو

بلاؤ، میں نے ان لوگوں کو اطلاع دی چنانچہ ان کا جم غفیر آیا اور جن کو جو سوالات کرنا تھے، پیش کیے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دے کر رخصت کیا پھر فرمایا کہ اب تمہارے دوسرے بھائیوں کی باری ہے اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلوں کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشرووں کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دے کر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا کہ عربی زبان شعر وشاعری اور ادب وانشاء کے سائلوں کو بلا لاؤ چنانچہ میں نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا ان لوگوں نے جو سوالات کئے ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابوصالح یہ واقعہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہیں دیکھی تھی۔

مستدرک حاکم (۵۳۸/۳) سیر الصحابہ (۲۶۲/۲)

(قصہ ۳۱) ﴿حضرت ابن عباسؓ کا خطبہ﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہ درس کے ان مستقل حلقوں کے علاوہ کبھی کسی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے ذریعہ سے تعلیم دیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عصر کے بعد ہم لوگوں کے سامنے تقریر کی، اور اتنی دیر تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور تارے نکل آئے۔ لوگوں نے نماز کی آوازیں بلند کرنا شروع کیں ایک تمیمی نے مسلسل نماز کہنا شروع کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما بولے تیرا ناس ہو، تو مجھ کو سنت کی تعلیم دیتا ہے میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے آپ ظہر عصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی، انہوں نے جا کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں یہ صحیح ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافر وقصرھا)

ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات

(کسی مجبوری کی وجہ سے) ظہر کی نماز کو اتنا تاخیر سے پڑھتے کہ بالکل آخر وقت تک موخر کرتے اور عصر کی نماز کو وقت شروع ہوتے ہی پڑھ لیتے۔ مغرب عشاء میں بھی صورتحال ہوتی۔ اس طرح بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں نمازوں کو جمع کیا حالانکہ درحقیقت دونوں کو ان کے وقت میں پڑھا گیا۔ البتہ میدان عرفات میں ظہر وعصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ہی وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔

(قصہ۳۲) ﴿امت کا سب سے بڑا عالم﴾

مشہور عالم صحابی ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن میرے والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب وہ اٹھ کر چلے تو میرے باپ نے کہا کہ ایک دن یہ شخص اس امت کا حبر (زبردست عالم) ہوگا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ پیشن گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے کثرت علم کی وجہ سے حبر امت کہلانے لگے۔ الاصابۃ (۹۸/۴)

(قصہ۳۳) ﴿اہل بیت کا احترام﴾

اس علم وفضل کے باوجود دوسرے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان سے نہایت تواضع اور انکساری سے پیش آتے۔ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے احتراماً ان کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ابن عم رسول! ایسا نہ کیجئے، فرمایا ہم کو اپنے علماء کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا، ہم کو اپنے نبی (ﷺ) کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہئے۔

(سیر الصحابہ (۲۷۰/۲)

(قصہ۳۴) ﴿عقیدہ کی پختگی﴾

عقیدہ کی صحت مذہب کی روح ہے، اس میں جہاں رخنہ پیدا ہوا، مذہب کی بنیادیں ہل جاتی ہیں، تقدیر کا مسئلہ مذہب میں ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ اس میں ادنیٰ افراط وتفریط

سے ہولناک فتنوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے آخر زمانہ میں نومسلم عجمیوں کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضاء وقدر کی بحث عراق میں پیدا ہو چکی تھی ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے اس وقت آپ کی آنکھوں کی بصارت زائل ہو چکی تھی، پھر بھی لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اس شخص تک پہنچا دو، لوگوں نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کریں گے؟ بولے ''اگر ہو سکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالوں گا، اور اگر گردن ہاتھ میں آ گئی تو اس کو توڑ دوں گا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ''میں بنوفہر کی عورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہیں اور سب کی سب اعمال شرک میں مبتلا ہیں'' تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، میں اس ذات کی تقسیم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ایسے لوگوں کی بری رائے یہیں تک نہ محدود رہے گی، بلکہ جس طرح انہوں نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے، اسی طرح اس کی خیر کی تقدیر سے بھی منکر ہو جائیں گے'' مسند احمد (۳۳۰/۱)

(قصہ ۳۵) ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر معمولی شفتگی اور گرویدگی تھی، آپ کی وفات کے موقع کے ایک واقعہ کو یاد کرتے تو روتے روتے بے قرار ہو جاتے سعید بن جبیر تابعی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ''جمعرات کا دن، کون جمعرات'' اتنا کہنے پائے تھے، ابھی مبتدا کی خبر نہ نکلی تھی کہ زار وقطار رونے لگا، اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوئے سنگ ریزے ان کے آنسوؤں سے تر ہو گئے، ہم لوگوں نے کہا ابن العباس رضی اللہ عنہما! جمعرات کے دن میں کیا خاص بات ہے؟ بولے اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے شدت پکڑی تھی، آپؐ نے فرمایا تھا ''لاؤ میں تم لوگوں کو ایک پرچہ پر لکھ دوں کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاؤ اس پر لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ہے اور کہنے لگے کہ (بیماری کی تکلیف سے) ہذیان ہو گیا ہے اور آپ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ حکم آپ حواس کی حالت میں

دے رہے ہیں یا ہذیان ہے آپ نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے لے جانا چاہتے ہو۔　مسند احمد (۳۳۰/۱)

ان سے الفت نہ ہم اگر کرتے
زندگی کس طرح سے ہم بسر کرتے

(قصہ ۳۶) ﴿حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک مقام عائشہؓ﴾

ذکوان حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حاجب بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرض الموت میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور حاضری کی اجازت چاہی، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جا کر عرض کی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ان کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے بھی کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنے کی اجازت چاہتے ہیں بولیں ان کو آنے کی ضرورت نہیں، عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے کہا اماں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے سعادت مند بیٹے ہیں وہ سلام کرتے ہیں اور رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں ان کو اجازت دیجئے فرمایا خیر اگر تم چاہتے ہو تو بلالو، چنانچہ ان کو باریابی کی اجازت مل گئی، بیٹھنے کے بعد عرض کی آپ کو بشارت ہو (یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچنا چاہتی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں فرمایا ''تم کو بھی بشارت ہو'' اس خوش آہند سلسلہ کلام کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی کہ اب آپ کے اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے اعزہ واحباب سے ملنے میں صرف روح کو جسم کا ساتھ چھوڑنے کی دیر ہے، آپ آنحضرت ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھیں، اور آنحضرت ﷺ طیب ہی چیز کو محبوب رکھتے تھے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل بیان کئے۔

مسند احمد بن حنبل (۲۷۶/۱)

(قصہ ۳۷) ﴿زمزم کے کنویں سے پانی نکالتے ہوئے......﴾

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں آیا وہ زمزم (کے کنویں) سے پانی نکال رہے تھے جس سے ان کے کپڑوں کا نچلا حصہ

گیلا ہو چکا تھا۔ میں نے ان سے کہا کچھ لوگوں نے تقدیر پر اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا اچھا کیا لوگوں نے ایسا کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے فرمایا تقدیر پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں ہی یہ آیات نازل ہوئی ہیں:

ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ. (القمر: ۴۸-۴۹)

''ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا''

یہی لوگ اس امت میں سب سے برے ہیں۔ نہ تو ان کے بیماروں کی عیادت کرو اور نہ ان کے مردوں کی نماز جنازہ پڑھو۔ اگر مجھے ان میں سے کوئی نظر آ گیا تو میں اپنی ان دو انگلیوں سے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ تفسیر ابن کثیر (۲۶۷/۴)

(قصہ ۳۸) ﴿غم آخرت کا چراغ﴾

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں صبح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا انہوں نے کہا آج رات مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے کہا لوگ کہہ رہے تھے کہ دمدار ستارہ نکل آیا تو مجھے اس کا ڈر ہوا کہ یہ کہیں وہ دھواں نہ ہو (جسے قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا گیا ہے) اس وجہ سے مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں دجال نہ نکل آیا ہو۔

حیاۃ الصحابۃ (۵۱/۳)

(قصہ ۳۹) ﴿اعمال قلب کا مواخذہ ہوگا یا نہیں؟﴾

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے ابن عباس! میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انہوں نے یہ آیت پڑھی اور پڑھ کر رونے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کونسی آیت؟ میں نے کہا: اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ. (جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو ظاہر کر دیا چھپا کر رکھو اللہ اس پر تمہارا محاسبہ کرے گا) حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس سے حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے غمگین اور بہت زیادہ پریشان ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو ہلاک ہوگئے پہلے تو ہم زبان سے بولتے تھے اور جو عمل کرتے تھے اسی پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا اور ہمارے دل ہمارے ہاتھ میں نہیں ہیں (اب جو اچھا برا خیال ازخود ہمارے دل میں آئے گا اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہوگا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے) اس پر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم تو یوں کہو سَمعنا و اَطَعْنَا چنانچہ صحابہ نے سمعنا و اَطَعْنَا کہنا شروع کر دیا پھر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ سے لے کر لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ تک آیات نازل ہوئیں جن سے پہلا حکم منسوخ ہوگیا اور دل میں جو برے خیال آتے ہیں ان کو معاف کر دیا گیا اور صرف اعمال پر مواخذہ رہ گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم تو یوں کہو سَمِعْنَا وَسَلَّمْنَا یعنی ہم نے سنا، مان لیا اور تسلیم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈال دیا۔

حیاۃ الصحابۃ (۹۵/۳) تفسیر ابن کثیر (۳۳۸/۱)

(قصہ ۴۰) حضرت ابن عباسؓ کا شوق نماز

حضرت میّب بن رافعؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نگاہ جاتی رہی تو ایک آدمی نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ میرے کہنے پر سات دن اس طرح صبر سے گزاریں کہ ان میں آپ چت لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھیں تو آپ کا علاج کروں گا انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آدمی بھیج کر اس بارے میں پوچھا ہر ایک نے یہی جواب میں کہا کہ اگر آپ کا ان سات دنوں میں انتقال ہوگیا تو پھر آپ نماز کا کیا کریں گے؟ اس پر انہوں نے اپنی آنکھوں کو ایسے ہی رہنے دیا اور ان کا علاج نہ کروایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی چلی گئی تو کسی نے مجھ سے کہا ہم آپ (کی آنکھ) کا علاج کر دیتے ہیں لیکن آپ چند دن نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے۔ حیاۃ الصحابۃ (۱۱۷/۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا شوق نماز کس قدر قابل تحسین اور قابل اقتداء ہے۔ دوسری طرف ان کے نام لیوا افراد کا حال کس قدر قابل افسوس ہے جو دنیاوی مشاغل میں ایسے مصروف ہوئے کہ اللہ کے منادی کی آواز سن کر ان کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصارت سے محرومی کو نماز کے اہتمام پر ترجیح دی۔ حقیقت ہے کہ یہ وہ بازی ہے جو لگانے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

(قصہ ۴۱) ﴿ابن عباسؓ کا اکابر صحابہؓ کی طرف رجوع﴾

حضرت سعد بن ہشامؒ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر مدینہ منورہ چلے گئے تاکہ وہاں کی اپنی ساری جائیداد بیچ کر گھوڑے اور اسلحہ خرید لیں اور مرتے دم تک روم والوں سے جہاد کرتے رہے۔ راستہ میں ان کی اپنی قوم کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جنہوں نے انہیں بتایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کیا آپ لوگ میرے طریقے پر نہیں چلتے؟ اور انہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا اور ان لوگوں کو اپنے اس رجوع پر گواہ بنایا پھر ہمارے پاس واپس آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ میں حضرت ابن رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تھا اور ان سے وتر کے بارے میں پوچھا تھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا آدمی نہ بتاؤں جو تمام روئے زمین والوں میں حضور ﷺ کے وتر کو سب سے زیادہ جاننے والا

ہے؟ میں نے کہا ضرور بتائیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو اور وہ جو جواب دیں وہ واپس آ کر مجھے بھی بتانا، چنانچہ میں حضرت حکیم بن افلح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ وہ میرے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلیں۔ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں میں تو ان کے قریب بھی نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے انہیں (حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی) ان دو جماعتوں کے بارے میں کچھ فرمانے سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانیں اور اس بارے میں بہت کچھ کر گزریں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم دی تو وہ میرے ساتھ چل پڑے۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تم حکیم ہو؟ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ حضرت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ سعد بن ہشام ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا ان کے والد کون سے ہشام ہیں؟ حضرت حکیم نے کہا وہ ابن عامر ہیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عامر کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامر تو بہت اچھے آدمی تھے پھر میں نے کہا اے ام المومنین! حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں آپ مجھے بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضور ﷺ کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے۔ یہ جواب سن کر میں نے مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضور ﷺ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی پوچھ لوں لہٰذا میں نے عرض کیا اے ام المومنین! آپ مجھے حضور ﷺ کے رات کے قیام کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا تم سورۂ مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا جی ہاں پڑھتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے رات کا قیام فرض کیا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سال بھر مسلسل رات کو اتنا لمبا قیام کرتے رہے کہ ان کے پاؤں سوج گئے اور اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے تک اس سورت کی آخری آیت کو آسمان میں روکے رکھا

پھر اللہ تعالیٰ نے آخری حصہ کو نازل فرما کر رات کے قیام میں تخفیف کر دی چنانچہ رات کا قیام پہلے فرض تھا بعد میں نفل ہوگیا۔ یہ جواب سن کر میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ حضور ﷺ کے وتر کے بارے میں بھی پوچھ لوں، لہٰذا میں نے کہا ام المومنین! آپ مجھے حضور ﷺ کے وتر کے بارے میں بھی بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم حضور ﷺ کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیتے تھے، پھر رات کو جب اللہ آپؐ کو اٹھاتے تو آپؐ مسواک کر کے وضو کرتے پھر آٹھ رکعت پڑھتے اور ان میں صرف آٹھویں رکعت کے بعد بیٹھتے اور بیٹھ کر ذکر و دعا کرتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور نویں رکعت پڑھتے اس کے بعد بیٹھ کر (التحیات میں) ذکر و دعا کرتے اور پھر اتنی آواز سے سلام پھیرتے جو ہمیں سنائی دیتا پھر سلام کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے اس طرح اے میرے بیٹے! حضور ﷺ کی گیارہ رکعات مکمل ہو جاتیں۔ پھر جب حضور ﷺ کی عمر ذرا زیادہ ہوگئی اور آپؐ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپؐ سات رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے، اے میرے بیٹے! اس طرح یہ کل نو رکعت ہو جاتیں حضور ﷺ جب کوئی نماز شروع فرماتے تو آپؐ کو یہ پسند تھا کہ اسے پابندی سے پڑھیں، اس لئے اگر نیند کی زیادتی یا درد یا کسی بیماری کی وجہ سے آپؐ کا رات کا قیام رہ جاتا تو آپؐ دن میں بارہ رکعت پڑھتے اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی ساری رات فجر تک قرآن پڑھا ہو یا رمضان کے علاوہ کبھی سارے مہینے کے روزے رکھے ہوں۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ میں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں گیا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ساری حدیث سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ٹھیک فرمایا۔ اگر میرا ان کے ہاں آنا جانا ہوتا تو میں خود جا کر ان سے براہ راست یہ حدیث سنتا۔

(ذکرا لکاندھلوی فی حیاۃ الصحابۃ (۶۶/۳) وقال اخرجہ الامام احمد فی مسندہ وقد اخرجہ مسلم بنحوہ وکذا فی التفسیر لابن کثیر (۴۳۵/۴))

(قصہ ۴۲) ﴿سب سے افضل عمل﴾

حضرت علی ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں جو تمہارے لئے جہاد

سے بہتر ہے؟ تم کسی مسجد میں جا کر قرآن، فقہ یا سنت سکھاؤ۔

حضرت علی ازدیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جہاد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے لئے جہاد سے بہتر ہے؟ تم ایک مسجد بناؤ اور اس میں قرآن، نبی کریم ﷺ کی سنتیں اور دین کے فقہی مسائل سکھاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے لوگوں کو خیر سکھانے والے کے لیے ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ حیاۃ الصحابۃ (۳/۱۸۴)

(قصہ ۴۳) ﴿دانشمندی کا معیار﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو میں نے ایک انصاری آدمی سے کہا آج صحابہ بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر قرآن و حدیث جمع کرلیں۔ انہوں نے کہا اے ابن عباس! آپ پر بڑا تعجب ہے کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اتنے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو آپ کی ضرورت پڑے گی؟ انہوں نے میری بات نہ مانی اور اس کے لئے تیار نہ ہوئے تو میں نے انہیں چھوڑ دیا اور حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھنے لگا اور مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی فلاں حدیث بیان کرتے ہیں تو میں ان کے دروازے پر جاتا وہ دوپہر کو آرام کررہے ہوتے۔ میں ان کے دروازے پر چادر پر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتا اور ہوا کی وجہ سے مٹی مجھ پر پڑتی رہتی وہ صحابی (آرام سے فارغ ہوکر) باہر آتے تو مجھے دیکھتے اور کہتے اے حضور ﷺ کے چچازاد بھائی! آپ کا کیسے آنا ہوا؟ آپ خود کیوں آئے؟ آپ کسی کو میرے پاس بھیج دیتے میں آپ کے پاس آجاتا۔ میں کہتا نہیں (مجھے آپ سے علم حاصل کرنا ہے، اس لیے) میرا حق بنتا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں آؤں پھر میں ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا (اس طرح میں نے تفسیر اور احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کرلیا جنہیں حاصل کرنے کے لئے لوگ میرے پاس آنے لگے) وہ انصاری بھی بہت عرصہ تک زندہ

رہے اور انہوں نے دیکھا کہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہیں اور مجھ سے قرآن و حدیث کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔اس پر انہوں نے کہا یہ نوجوان واقعی مجھ سے زیادہ سمجھدار نکلا۔

مستدرک حاکم (۱/۱۰۶)

(قصہ ۴۴) ﴿مسئلہ بتانے میں احتیاط﴾

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت عطاء، حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کیا یہاں کوئی مفتی ہے؟ میں نے کہا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے کہا میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں اس کے بعد منی نکل آتی ہے۔ہم نے کہا وہی منی جس سے بچہ بنتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا اس سے تمہیں غسل کرنا پڑے گا وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتا ہوا پشت پھیر کر واپس چلا گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور سلام پھیرتے ہی کہا اے عکرمہ! اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حضرت عکرمہ اسے لے آئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے جو اس آدمی کو مسئلہ بتایا ہے وہ تم نے اللہ کی کتاب سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا کیا تم نے یہ مسئلہ حضور ﷺ کی سنت سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔انہوں نے فرمایا پھر کس سے لیا ہے؟ ہم نے کہا ہم نے اپنی رائے سے اسے بتایا ہے۔انہوں نے فرمایا اسی وجہ سے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ذرا یہ بتاؤ کہ پیشاب کے بعد جب منی نکلتی ہے تو کیا اس وقت تمہارے دل میں شہوت ہوتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔فرمایا کیا اس کے نکلنے کے بعد تم اپنے جسم میں سستی محسوس کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں فرمایا یہ منی معدہ کی خرابی کی وجہ سے نکلتی ہے،لہٰذا تمہارے لئے وضو کافی ہے۔

کنز العمال (۵/۱۱۸) وحیاۃ الصحابۃ (۳/۱۹۰)

(قصہ ۴۵) ﴿ابن عباسؓ تشہد سیکھتے ہیں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے التحیات سکھائی اور ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ نے بھی ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں التحیات سکھائی تھی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ والصَّلَوَاتُ و الطَّيِّبَاتُ الْمُبَارَكٰتُ لِلّٰهِ۔

کنز العمال (۴/۲۱۷) حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۰۵)

(قصہ ۴۶) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی علمی شان﴾

حضرت ابو صالحؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایسی زبردست مجلس دیکھی ہے کہ سارے قریش والے اس پر فخر کریں تو بجا ہے۔ یہ واقعی قابل فخر مجلس ہے میں نے ایک دن دیکھا کہ بہت سے لوگ ان کے گھر کے باہر راستہ پر جمع ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ آنے جانے کی بالکل جگہ نہیں ہے۔ میں نے اندر جا کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بتایا کہ دروازے پر بہت سے لوگ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی رکھو چنانچہ وہ وضو کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا باہر جاؤ اور لوگوں میں اعلان کرو کہ جو قرآن اور اس کے حروف اور اس کی کسی چیز کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر حجرہ بھر گیا اور انہوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا اور جتنا انہوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے کہیں اور زیادہ اپنے پاس سے انہیں بتایا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اب یہ اعلان کرو کہ جو قرآن کی تفسیر اور شرح کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آ جائے، چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کیا تو ایک بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور انہوں نے جو بات بھی پوچھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا اور جتنا ان لوگوں نے پوچھا اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو اندر آنے کا موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ چلے

گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کردو کہ جو حلال حرام اور فقہی مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے، حسب معمول یہ لوگ بھی اتنی بڑی تعداد میں آئے کہ سارا گھر بھر گیا، ان کے سوالات سے بڑھ کر جواب دینے کے بعد آپ نے ان سب کو رخصت ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر یہ اعلان کردو کہ جو میراث وغیرہ جیسے مسائل پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے چنانچہ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا تو بہت بڑی تعداد اندر آئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بھی پوچھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا اور اتنا ہی اور اپنے پاس سے بیان کر دیا پھر فرمایا اب اپنے دوسرے بھائیوں کو موقع دے دو چنانچہ وہ لوگ باہر چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا باہر جا کر اعلان کردو کہ جو عربی لغت اشعار اور انوکھے کلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے وہ اندر آجائے۔ میں نے باہر جا کر یہ اعلان کر دیا جس پر ایک بہت بڑی تعداد اندر داخل ہوئی جس سے سارا گھر اور حجرہ بھر گیا اور ان لوگوں نے جو بات بھی پوچھی اس کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا اور اتنا ہی مزید اپنے پاس سے بیان کر دیا۔ اگر سارے قریش حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس مجلس پر فخر کریں تو انہیں فخر کرنے کا حق پہنچتا ہے اور میں نے اس جیسا منظر اور کسی کے ہاں نہیں دیکھا۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۳۲۰)

(قصہ ۴۷) ﴿حضرت عمرؓ کا رعب﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا لیکن ان کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے میں ان سے دو سال تک نہ پوچھ سکا یہاں تک کہ کسی سفر حج یا سفر عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے لئے مرالظہران کی وادی میں اراک مقام پر اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے اور مجھے تنہائی کا موقع مل گیا تو میں نے کہا اے امیر المومنین! میں آپ سے دو سال سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں لیکن صرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا۔ انہوں نے فرمایا ایسا مت کرو، جب کسی بات کے مجھ سے پوچھنے کا ارادہ ہوا کرے تو فوراً پوچھ لیا کرو اگر مجھے وہ بات معلوم

ہوگی تو میں تمہیں بتادوں گا ورنہ کہہ دوں گا مجھے معلوم نہیں۔ پھر تم اس آدمی سے پوچھ لینا جو اسے جانتا ہو۔ میں نے کہا وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے (سورت تحریم میں) فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضور ﷺ کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مددگار بنی تھیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ اس کے بعد اور لمبی حدیث ذکر فرمائی ہے۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۳۹/۳)

(قصہ ۴۸) ابن عباسؓ کی فراست و دانائی

حضرت ابراہیم تیمیؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے دل میں کچھ سوچ رہے تھے پھر آدمی بھیج کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اس امت میں کیسے اختلاف ہوسکتا ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور ان کا نبی ایک ہے اور ان کا قبلہ ایک ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اے امیر المومنین! ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اسے پڑھا اور ہمیں معلوم ہے کہ قرآن کی یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن ہمارے بعد کے لوگ قرآن تو پڑھیں گے لیکن انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی ہے اس طرح ہر جماعت کی اس بارے میں الگ الگ رائے ہوگی۔ جب ہر جماعت کی الگ الگ رائے ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو پھر آپس میں لڑ پڑیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر برسے اور انہیں خوب ڈانٹا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما واپس چلے گئے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو بات کہی تھی وہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھ آ گئی تو انہیں بلایا اور ان سے فرمایا وہ اپنی بات ذرا دوبارہ کہنا۔

کنز العمال (۲۲۸/۱)

(قصہ ۴۹) اے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آج رات میں نے ایک آیت پڑھی جس کی وجہ سے مجھے ساری رات نیند نہیں آئی

وہ آیت یہ ہے:

(اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ تَکُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ)

(البقرۃ: ۲۶۶)

''بھلا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں کا اور انگوروں کا۔ اس کے (درختوں کے) نیچے نہریں چلتی ہوں اس شخص کے یہاں اس باغ میں اور بھی ہر قسم کے (مناسب) میوے ہوں اور اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے اہل وعیال بھی ہوں جن میں (کھانے کی) قوت نہیں۔ سو اس باغ پر ایک بگولا آئے جس میں آگ (کا مادہ) ہو پھر وہ باغ جل جائے''

میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کیا کہنا چاہتے ہیں اس سے مراد کیا ہے؟ ایک آدمی نے کہا اللہ زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو کچھ معلوم ہے یا کسی نے اس بارے میں کچھ سن رکھا ہے تو وہ بتا دے اور لوگ تو خاموش رہے لیکن میں نے دھیمی آواز سے کچھ کہا اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہو اے میرے بھتیجے! کہو اپنے آپ کو اتنا کم درجہ کا نہ سمجھو میں نے کہا اس مثال سے مراد عمل ہے انہوں نے فرمایا عمل مراد لینے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا (دلیل تو کوئی نہیں ہے لیکن) میرے دل میں یہ بات آئی ہے جو میں نے کہہ دی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے چھوڑ کر خود تفسیر کرنے لگے اور فرمایا اے بھتیجے! تم نے ٹھیک کہا واقعی اس سے عمل ہی مراد ہے۔ ابن آدم جب بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے اہل وعیال زیادہ ہو جاتے ہیں تو اسے اپنے باغ کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے ہی قیامت کے دن اسے عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اے میرے بھتیجے! تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۴۶/۳)

(قصہ ۵۰) ﴿کسی کو کیا خبر کیا چیز ہیں وہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے بڑے بوڑھوں کے ساتھ اپنی مجلس میں شریک فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ اس جتنے تو ہمارے بیٹے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کو تم جانتے ہو۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بلایا اور مجھے بھی بلایا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے صرف اس لئے بلایا ہے تاکہ وہ لوگ میری (علمی) حیثیت دیکھ لیں۔ جب سب لوگ حاضر ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور پھر اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ سے لے کر آخر تک ساری سورت پڑھی (ترجمہ) ”(اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ان میں سے کسی نے کہا اللہ نے ہمیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور ہمیں فتح نصیب ہو جائے تو ہم اس کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور کسی نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ بعضوں نے کچھ نہیں کہا بلکہ خاموش رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے ابن عباس! کیا تم بھی ایسے ہی کہتے ہو؟ میں نے کہا نہیں انہوں نے فرمایا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس میں حضور ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور تم لوگوں کو دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھ لو تو یہ آپ کے دنیا سے جانے کے قریب آنے کی نشانی ہے، لہٰذا آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت طلب کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی اس سورت کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا تمہیں معلوم ہے۔ حیاۃ الصحابۃ (۳/۲۴۸) مستدرک حاکم (۳/۵۲۹) حلیۃ الاولیاء (۱/۳۱۷)

(قصہ ۵۱) ﴿علوم قرآن سے ابن عباسؓ کا شغف﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا:

(یَآ یُّهَاا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُوْ کُمْ)　　(المائدہ: ۱۰۱)

''اے ایمان والو! ایسی (فضول) باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کچھ مہاجرین کو اپنے نسب میں کچھ شبہ تھا ایک دن یہ لوگ آپس میں کہنے لگے اللہ کی قسم! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمارے نسب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کچھ قرآن نازل فرمادیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جو تم نے ابھی پڑھی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا تمہارے یہ ساتھی یعنی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر امیر بن گئے تو یہ زاہد تو ہوں گے لیکن مجھے خود بینی کا ڈر ہے کہ کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے ساتھی (کے فضائل اور درجے) کو تو آپ جانتے ہیں اللہ کی قسم! آپ کیا فرما رہے ہیں؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد) ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور جتنے دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی کو شادی کا پیغام دینا چاہا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نافرمانی کے قصے میں فرمایا ہے:

(وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا)　　(طٰہٰ: ۱۱۵)

''ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی''

ایسے ہی ہمارے ساتھی نے حضور ﷺ کو ناراض کرنے میں پختگی نہ دکھائی (بلکہ جونہی پتہ چلا کہ یہ کام حضور ﷺ کو پسند نہیں ہے انہوں نے فوراً اس (ارادہ کو چھوڑ دیا) اور یہ تو دل کے وہ خیالات ہیں جن کے آنے کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے دین کی سمجھ رکھنے والے فقیہ اور اللہ کے احکام کے جاننے والے عالم سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے لیکن جب اسے اس پر متنبہ کیا جائے تو فوراً اسے چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! جو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے (علوم کے) سمندروں میں گھس کر تمہارے ساتھ غوطہ لگائے اور گہرائی تک جا پہنچے وہ ایسا کام کرنا چاہتا ہے جو اس کے بس میں نہیں (یعنی تم نے اپنے دلائل سے مجھے لاجواب کر دیا ہے) حیاۃ الصحابۃ (۲۴۹/۳)

(قصہ ۵۲) اہل کوفہ کا خط

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا۔ یہ پڑھ کر (خوشی کی وجہ سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا اللہ ان پر رحم فرمائے میں نے کہا ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ انہوں نے فرمایا اوہو! تمہیں یہ کہاں سے پتہ چل گیا؟ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا تو میں اپنے گھر چلا گیا اس کے بعد انہوں نے میرے پاس بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ میں نے انہیں کوئی عذر کر دیا پھر انہوں نے یہ کہلا کر بھیجا کہ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تمہیں ضرور آنا ہوگا چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا تم نے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ! اب وہ بات دوبارہ نہیں کہوں گا۔ فرمایا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم نے جو بات کہی تھی وہ دوبارہ کہنی ہوگی۔ میں نے کہا آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس خط میں یہ لکھا ہوا آیا ہے کہ کوفہ والوں میں سے بہت سے لوگوں نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا ہے اس پر میں نے کہا تھا کہ ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا تمہیں یہ کہاں سے پتا چلا؟ میں نے کہا میں نے یہ آیت:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ سے لے کر وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ تک پڑھی۔ (البقرہ:۲۰۴۔۲۰۵)

''اور ایک آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گفتگو جو محض دنیوی غرض سے ہوتی ہے مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور وہ اللہ کو حاضر وناظر بتاتا ہے اپنے مافی الضمیر پر حالانکہ وہ (آپ کی مخالفت میں) نہایت شدید ہے اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو اس دوڑ دھوپ میں پھرتا رہتا ہے کہ شہر میں فساد کردے اور (کسی کے) کھیت یا مویشی کو تلف کردے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتے''

جب لوگ اس طرح کریں گے تو قرآن والا صبر نہیں کر سکے گا پھر میں نے یہ آیت پڑھی:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ (البقرہ: ۲۰۶۔۲۰۷)

''اور جب اس سے کوئی کہتا ہے کہ خدا کا خوف کر تو نخوت اس کو اس گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے سو ایسے شخص کی کافی سزا جہنم ہے اور وہ بڑی ہی بری آرام گاہ ہے اور کوئی آدمی ایسا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم نے ٹھیک کہا۔ مستدرک حاکم (۵۴۰/۳)

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور میں نے ان کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ قرآن لوگوں میں زیادہ پھیل گیا ہے۔ میں نے کہا ''اے

امیر المومنین! مجھے تو یہ بات بالکل پسند نہیں ہے" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا "کیوں؟" میں نے کہا اس لئے کہ جب سب لوگ قرآن پڑھیں گے اور صحیح مطلب سمجھنے کی استعداد نہیں ہوگی تو ان میں اختلاف ہو جائے گا اور جب ان میں اختلاف ہو جائے گا تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے چھوڑا اور الگ بیٹھ گئے۔ بس وہ دن میں نے جس پریشانی میں گزرا یہ اللہ ہی جانتا ہے پھر ظہر کے وقت ان کا قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا امیر المومنین بلا رہے ہیں، میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا "تم نے کیا بات کہی تھی؟ میں نے اپنی ساری بات دہرا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (سمجھتا تو میں بھی اسے تھا لیکن) لوگوں سے چھپاتا تھا"

حیاۃ الصحابۃ (۲۶۲/۳)

(قصہ ۵۳) ایک میں ہی نہیں......

حضرت لیث بن ابی سلیمؒ کہتے ہیں میں نے حضرت طاؤسؒ سے کہا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ حضور ﷺ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ کر ان نوعمر (صحابی) یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب ان میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد (۱۸۱/۴)

(قصہ ۵۴) حضرت سعدؓ کے نزدیک مقام ابن عباسؓ

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ سمجھدار، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہیں مشکل مسائل کے لئے بلایا کرتے تھے اور ان سے فرماتے تیار ہو جاؤ یہ مشکل مسئلہ تمہارے پاس آیا ہے (اور ان کے سامنے مسئلہ رکھتے) پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ہی کے قول پر فیصلہ کر دیتے حالانکہ ان کے اردگرد بہت سے

بدری مہاجر اور انصاری صحابہ بیٹھے ہوئے ہوتے۔ طبقات ابن سعد (۱۸۳/۴)

(قصہ ۵۵) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی بیماری﴾

حضرت ابوزنادؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بخار ہو گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا تمہاری بیماری کی وجہ سے ہمارا بڑا نقصان ہو رہا ہے میں اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو (اللہ کی طرف سے) بڑی سمجھ و عقل اور بہت علم دیا گیا تھا۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی (کی رائے) کو ان (کی رائے) پر ترجیح دی ہو۔

طبقات ابن سعد (۱۸۵/۴)

(قصہ ۵٦) ﴿حضرت ابیؓ کے نزدیک مقام ابن عباسؓ﴾

حضرت محمد بن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اٹھ کر چلے گئے تو میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے بہت بڑے عالم بن جائیں گے کیونکہ انہیں (اللہ کی طرف سے) عقل اور سمجھ بھی خوب ملی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی ہے کہ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام لوگوں میں علم کے اعتبار سے ایسے اونچے تھے جیسے کھجور کے چھوٹے درختوں میں لمبا درخت ہوتا ہے۔

طبقات ابن سعد (۱۸۵/۴)

(قصہ ۵۷) ﴿سورت نور کی تلاوت و تفسیر﴾

حضرت ابو وائلؒ کہتے ہیں کہ میں اور میرا ایک ساتھی حج پر گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حج کے امیر تھے وہ سورۂ نور پڑھنے لگے اور ساتھ ساتھ اس کی تفسیر کرنے لگے جسے سن کر میرے ساتھی نے کہا سبحان اللہ! اس آدمی کے سر سے کیا کچھ نکل رہا ہے؟ اگر

ترک لوگ اسے سن لیں تو فوراً مسلمان ہو جائیں۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابووائل کہتے ہیں (تفسیر سن کر) میں نے کہا ان جیسی باتیں نہ تو میں نے کسی آدمی سے سنی ہیں اور نہ کہیں دیکھی ہیں اگر فارس اور روم والے یہ سن لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۹۱/۳)

(قصہ ۵۸) ﴿تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا جو انہیں یمن سے حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا تھا۔ میں نے انہیں اس کا جواب دیا تو فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم نبوت کے گھرانے سے بولتے ہو۔ طبقات ابن سعد (۱۸۴/۴)

(قصہ ۵۹) ﴿ابن عباسؓ کی علمی صفات﴾

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ کہتے ہیں کئی عمدہ صفات کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تمام لوگوں پر فوقیت رکھتے تھے وہ گزشتہ علوم کو خوب جانتے تھے اور جب ان کے مشورے کی ضرورت ہوتی تو بہت سمجھداری کا مشورہ دیتے اور بردباری اور جود وسخا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کو جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ سمجھداری کی رائے والا ہو اور اشعار کو عربی لغت کو، قرآن کی تفسیر کو، حساب اور میراث کو اور گزشتہ واقعات کو ان سے زیادہ جاننے والا ہو اور ان سے زیادہ درست رائے والا ہو کسی دن وہ اپنی مجلس میں بیٹھتے تو صرف دین کی سمجھ کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف قرآن کی تفسیر کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کے بارے میں بات کرتے اور کسی دن اشعار کے بارے میں اور کسی دن عرب کی لڑائیوں کے بارے میں بات کرتے اور میں نے یہی دیکھا کہ جو

عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ آخر کار ان (کی علمی عظمت) کے سامنے ضرور جھک گیا اور جو بھی ان سے کچھ پوچھنے آیا ان سے اسے اپنے سوال کا جواب ضرور ملا۔

طبقات ابن سعد (۱۸۳/۴)

(قصہ ۶۰) ﴿دنیا نے مجھے کھو کے بہت ہاتھ ملے ہیں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے مہاجر اور انصاری بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہر وقت رہا کرتا تھا اور میں ان سے حضور ﷺ کے غزوات کے بارے میں اور ان غزوات کے متعلق اترنے والے قرآن کے بارے میں خوب سوالات کرتا تھا اور میں ان میں سے جس کے پاس جاتا وہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتا کیونکہ میں حضور ﷺ کا رشتہ دار (چچازاد بھائی) تھا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مضبوط اور پختہ علم والوں میں سے تھے۔ میں نے ان سے ایک دن مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا مدینہ میں ستائیس سورتیں نازل ہوئیں اور باقی ستاسی سورتوں کا نزول مکہ میں ہوا۔

حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گزرے ہوئے علوم اور واقعات کو ہم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جو نیا مسئلہ پیش آجائے اور اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں کچھ نہ آیا ہو اس کے متعلق وہ سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والے ہیں۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں میں نے یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بتائی تو انہوں نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ پوچھا کرتے تھے (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے فضائل کا اعتراف فرما رہے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کی راتوں میں دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اردگرد بہت سے حلقے ہیں اور ان سے مناسک حج کے بارے میں لوگ خوب پوچھ رہے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اب جتنے صحابہ باقی رہ گئے ہیں یہ ان میں سب سے

زیادہ مناسک حج کو جاننے والے ہیں۔

حضرت یعقوب بن زیدؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے انتقال کی خبر ملی تو انہوں نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے اور سب سے زیادہ بردبار انسان کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے انتقال سے امت کا ایسا نقصان ہوا ہے جس کی تلافی کبھی نہیں ہوسکے گی۔

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا تو حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج اس شخصیت کا انتقال ہوگیا جس کے علم کے مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام لوگ محتاج تھے۔

حضرت ابوکلثومؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دفن ہوگئے تو حضرت ابن حنفیہؒ نے کہا آج اس امت کے عالم ربانی کا انتقال ہوگیا۔ حیاۃ الصحابۃ (۲۹۳/۳)

(قصہ ۶۱) ﴿اہل علم کے لئے چند نصیحتیں﴾

حضرت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر ملی کہ باب بنی سہم کے پاس کچھ لوگ تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں وہ اٹھ کر ان کی طرف چلے اور اپنی چھڑی حضرت عکرمہ کو دی اور اپنا ایک ہاتھ اس چھڑی پر رکھا اور دوسرا ہاتھ حضرت طاؤس پر رکھا۔ جب ان کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے خوش آمدید کہا اور اپنی مجلس میں ان کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنائی لیکن وہ بیٹھے نہیں بلکہ ان سے فرمایا تم اپنا نسب نامہ بیان کرو تاکہ میں قبیس والوں کو پہچان لوں۔ ان میں سے کچھ نے اپنا نسب نامہ بیان کیا تو فرمایا ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو گونگے اور بولنے سے عاجز نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ڈر سے خاموش رہتے ہیں۔ یہی لوگ فصاحت والے، فضیلت والے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے واقعات کو جاننے والے علماء ہیں۔ جب انہیں اللہ کی عظمت کا دھیان آتا ہے تو ان کی عقلیں اڑ جاتی ہیں، ان کے دل شکستہ ہوجاتے ہیں اور ان کی زبانیں بند ہوجاتی ہیں۔

جب ان کو اس کیفیت سے افاقہ ہوتا ہے تو وہ پاکیزہ اعمال کے ذریعے سے اللہ کی طرف تیزی سے چلتے ہیں حالانکہ وہ عقلمند اور طاقتور ہوں گے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو کوتاہی کرنے والوں میں شمار کریں گے اور اس طرح وہ نیک اور خطاؤں سے پاک ہوں گے لیکن اپنے آپ کو ظالم اور خطا کار لوگوں میں شمار کریں گے اور اللہ کے لئے زیادہ (اعمال اور قربانی) کو زیادہ نہیں سمجھیں گے اور اللہ کے لئے کم پر وہ راضی نہیں ہوں گے اور اعمال میں اللہ کے سامنے نخرے نہیں کریں گے۔ تم انہیں جہاں بھی ملو گے وہ اہتمام اور فکر سے چلنے والے، ڈرنے والے اور کپکپانے والے ہوں گے۔

حضرت وہب فرماتے ہیں یہ باتیں ارشاد فرما کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وہاں سے اٹھے اور اپنی مجلس میں واپس تشریف لے آئے۔ حلیۃ الاولیاء (۱/۳۲۵)

(قصہ ۶۲) عالم کی موت علم کی موت ہے

حضرت عمار بن ابی عمارؒ کہتے ہیں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم جھونپڑی کے سائے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا اس طرح علم چلا جاتا ہے آج بہت زیادہ علم دفن ہو گیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یوں علم چلا جاتا ہے ایک آدمی ایک چیز کو جانتا ہے اس چیز کو اور کوئی نہیں جانتا۔ جب یہ آدمی مرجاتا ہے تو جو علم اس کے پاس تھا وہ بھی چلا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو علم کیسے جاتا ہے اس کے جانے کی صورت یہ ہے کہ علماء زمین سے چلے جاتے ہیں۔ حیاۃ الصحابۃ (۳/۳۰۰)

(قصہ ۶۳) حضورؐ کی مسکراہٹ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب آپؐ سواری پر ٹھیک طرح سے بیٹھ گئے تو آپؐ نے ۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳ مرتبہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا پھر میرے اوپر جھک کر مسکرانے لگے پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''جو بھی آدمی اپنی سواری پر سوار ہو کر وہ کام کرے جو میں نے کئے ہیں تو اللہ اس کی طرف متوجہ ہو کر ایسے ہی مسکرائیں گے جیسے میں تمہیں دیکھ کر مسکرایا ہوں''

حیاۃ الصحابۃ (۳۳۵/۳)

(قصہ ۶۴) ﴿خطبہ حجۃ الوداع﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نحر کے دن یعنی دس ذی الحجہ کو حضور ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا ''ارشاد فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام دن ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام شہر ہے۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا یہ قابل احترام مہینہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایسے ہی قابل احترام ہیں جیسے کہ تمہارا یہ دن تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ قابل احترام ہے اور اس بات کو کئی مرتبہ فرمایا پھر سر اٹھا کر فرمایا اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ! میں نے پہنچا دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے اپنی امت کو زبردست وصیت فرمائی کہ حاضرین (میرا سارا دین تمام) غائب انسانوں تک پہنچائیں میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم سے ایک دوسرے کی گردن اڑانے لگو۔ البدایۃ والنہایۃ (۱۹۴/۵)

(قصہ ۶۵) ﴿سورہ بقرہ کی تلاوت وتفسیر﴾

حضرت شقیقؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ موسم حج کے امیر تھے انہوں نے ہم میں بیان فرمایا انہوں نے سورت بقرہ شروع کر دی آیتیں پڑھتے جاتے تھے اور ان کی تفسیر کرتے جاتے تھے۔ میں اپنے دل میں کہنے لگا نہ تو میں نے ان جیسا آدمی دیکھا اور نہ ان جیسا کلام کبھی سنا اگر فارس اور روم والے ان کا کلام سن لیں تو سب مسلمان ہو جائیں۔

حلیۃ الاولیاء (۳۲۴/۱)

(قصہ ٦٦) ﴿حضرت جبرئیلؑ کی زیارت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ کے پاس ایک آدمی تھا۔ جو آپؐ کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے آپؐ نے میرے والد سے اعراض کیے رکھا۔ جب ہم حضور ﷺ کے پاس سے باہر آئے تو میرے والد نے کہا اے میرے بیٹے! کیا تم نے اپنے چچا زاد بھائی کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے مجھ سے اعراض کئے رکھا۔ میں نے کہا ان کے پاس تو ایک آدمی تھا جو ان کے کان میں چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا۔ ہم پھر دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے میرے والد نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے عبداللہ سے یہ اور یہ بات کہی اس نے مجھے بتایا کہ آپ کے پاس ایک آدمی تھا جو آپؐ سے چپکے چپکے باتیں کر رہا تھا تو کیا آپ کے پاس کوئی تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے ان ہی کی وجہ سے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

اسی طرح بعض روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے پاس کوئی آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے حضور ﷺ سے کوئی بات نہ کی بلکہ ویسے ہی واپس آ گیا بعد میں حضور ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا (جی ہاں) فرمایا یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان ہی کی وجہ سے میں آپ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا انہیں علم خوب دیا جائے گا لیکن مرنے سے پہلے ان کی بینائی جاتی رہے گی (چنانچہ بعد میں اللہ نے ایسے ہی کیا)

حیاۃ الصحابۃ (۵۸۹/۳)

(قصہ ٦٧) ﴿پروانہ رضا﴾

حضرت سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا طائف میں انتقال ہوا۔ میں ان کے جنازے میں شریک ہوا تو اتنے میں ایک پرندہ آیا اس جیسی شکل وصورت کا

پرندہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ پرندہ آ کر ان کے جسم میں داخل ہو گیا ہم دیکھتے رہے اور سوچتے رہے کہ کیا اب باہر نکلے گا لیکن کسی نے اسے باہر نکلتے نہ دیکھا اور جب انہیں دفن کیا گیا تو کسی نے قبر کے کنارے پر یہ آیت پڑھی اور پڑھنے والے کا کچھ پتہ نہ چلا:

يَآيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُo ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًo فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ.

(الفجر: ۲۷-۳۵)

''اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل کہ) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا''

حاکم میں اسماعیل بن علی اور عیسیٰ بن علی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا اور تمیمی کی روایت میں یہ ہے کہ وہ سفید پرندہ تھا جسے بگلا کہا جاتا ہے۔ یمون بن مہران کی روایت میں ہے کہ جب ان پر مٹی ڈال دی گئی تو ہم نے ایک آواز سنی تو ہم سن رہے تھے لیکن بولنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میمون بن مہران کی دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا اور انہیں کفن پہنایا جانے لگا تو ایک سفید پرندہ تیزی سے ان پر گرا اور ان کے کفن کے اندر چلا گیا۔ اسے بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم لوگ بیوقوف ہو؟ (جو پرندہ تلاش کر رہے ہو) یہ تو ان کی بینائی ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ وفات کے دن انہیں واپس مل جائے گی پھر جب لوگ جنازہ قبر پر لے گئے اور انہیں لحد میں رکھ دیا گیا تو غیبی آواز نے چند کلمات کہے جنہیں ان سب لوگوں نے سنا جو قبر کے کنارے پر تھے پھر میمون نے پچھلی آیات ذکر کیں۔　حیاۃ الصحابۃ (۶۱۷/۳)

(قصہ ۶۸) ﴿ایک جن کی حضورؐ سے محبت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک کافر جن نے مکہ میں ابوقبیس پہاڑ پر آواز دی وہ نظر نہیں آ رہا تھا، اس نے یہ اشعار کہے:

قَبَّحَ اللّٰهُ رَأیَ کَعْبِ بْنِ فِهْرٍ ... مَا أدَقَّ الْعُقُوْلَ وَالْاَحْلَامِ

دِیْنُهَا انّما یعنف فِیْهَا ... دِیْنَ ابَا ئها الحماة الْکِرَامِ

خَالَف الْجِنَّ جِنُّ بُصْریٰ عَلَیْکُمَا ... وَرِجَالُ الذَّخِیْلِ وَالاطَامِ

هَلْ کَرِیْمٌ الکم لَهٗ نَفْسُ حُرّ ... مَا جِدُ الْوَ الِدَیْنِ وَالْاَعْمَامِ

یُوْشِکُ الخیل أنْ تَرَوْمَاتَمَادیٰ ... تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِی بِلَادِ التِّمَامِ

ضَارِبٌ ضَرْبَةَ تَکُوْنَ نَکَالاً ... وَرَوَاحًا مِنْ کُرْبَةٍ وَاغْتِمَامِ

''کعب بن فہر یعنی قریش کی رائے کو اللہ برا کرے ان کی عقل اور سمجھ کس قدر کمزور ہے (قریش میں جو مسلمان ہو چکے ہیں) انکا دین یہ ہے کہ وہ اپنے حفاظت کرنے والے بزرگ آباؤ اجداد کے دین یعنی بت پرستی کو برا بھلا کہتے ہیں بصری کے جنات نے اور کھجور کے درختوں اور قلعوں کے علاقہ یعنی مدینہ کے رہنے والے انصار نے (اسلام لاکر اور اسے پھیلانے کی محنت کر کے) عام جنات کی مخالفت کی ہے اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچایا ہے کیا تم میں ایسا بااخلاق آدمی نہیں ہے جو شریف النفس ہو اور جس کے والدین اور سارے چچا بزرگی والے ہو؟ عنقریب تم گھوڑں والا لشکر دیکھو گے جو ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے ہوں گے اور تہامہ کے علاقہ میں (مسلمانوں کی) اس قوم کو قتل کریں گے اور مسلمانوں پر تلواروں سے ایسی ضرب لگائیں گے جس میں ان کے لئے عبرتناک سزا ہوگی اور تمہارے لئے بے چینی اور غم سے راحت ہوگی (یہ کافر جن مشرکوں کو

جھوٹی خوشخبری دے رہا تھا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ بات سارے مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین ایک دوسرے کو یہ اشعار سنانے لگے اور ایمان والوں کو مزید ایذاء دینے اور مار ڈالنے کے ارادے کرنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک شیطان تھا جس نے لوگوں سے بتوں کے بارے میں بات کی ہے اسے مسعر کہا جاتا ہے اللہ اسے رسوا کریں گے، چنانچہ تین دن گزارنے کے بعد اسی پہاڑ پر ایک غیبی آواز دینے والے نے یہ اشعار پڑھے:

نَحْنُ قَتَلْنَا مسعرا لَمَّا طَغٰی وَاسْتَكْبَرَا
وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنكَرَا قَنَّعْتُهُ سَيْفًا جَرُوْفًا مُبْتَرا
بِشَتْمِهِ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرَا

"جب مسعر نے سرکشی اور تکبر کیا اور حق کو بیوقوفی کی چیز بتایا اور منکر چیز کو چلایا تو ہم نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے ایسی تلوار سے اس کے سر پر وار کیا جو کام پورا کر دینے والی اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے والی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبی ﷺ کی شان میں برے کلمات استعمال کئے تھے"

حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک قوی ہیکل جن تھا جسے مسبح کہا جاتا تھا میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا تھا یہ مجھ پر ایمان لایا تھا اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کو تین دن سے تلاش کر رہا تھا اس پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اسے جزائے خیر دے۔

حیاۃ الصحابۃ (۶۲۹/۳)

(قصہ ۶۹) ﴿بارش کی تکلیف سے حفاظت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا آؤ اپنی قوم کی زمین پر چلتے ہیں یعنی ذرا اپنے دیہات دیکھ لیتے ہیں، چنانچہ ہم لوگ چل پڑے۔ میں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جماعت سے کچھ پیچھے رہ گئے تھے

اتنے میں ایک بادل تیزی سے آیا اور برسنے لگا۔ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ! اس بارش کی تکلیف کو ہم سے دور فرما دے (چنانچہ ہم بارش میں چلتے رہے لیکن ہماری کوئی چیز بارش سے نہ بھیگی) جب ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور باقی ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان کے جانور کجاوے اور سامان وغیرہ سب کچھ بھیگا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمیں تو راستہ میں بہت بارش ملی تو کیا آپ لوگوں کو نہیں ملی؟ میں نے کہا ابو المنذر یعنی حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ اس بارش کی تکلیف ہم سے دور فرما دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے اپنے ساتھ ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کی؟

حیاۃ الصحابۃ (۷۱۵/۳)

(قصہ ۷۰) ﴿شہادت حسینؓ پر حضرت ابن عباسؓ کا خواب﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے دوپہر کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور آپؐ پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے میں نے پوچھا یہ شیشی کیسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس میں حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں صبح سے جمع کر رہا ہوں پھر ہم نے دیکھا تو واقعی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن شہید ہوئے تھے۔

ابن عبدالبر کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔　حیاۃ الصحابۃ (۷۲۷/۳)

(قصہ ۷۱) ﴿خواب میں حضرت عمرؓ کی زیارت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے ایک سال اللہ سے دعا کی کہ مجھے خواب میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرا دے، چنانچہ میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا بڑے شفیق اور نہایت مہربان رب سے واسطہ پڑا۔ اگر میرے رب کی رحمت نہ ہوتی تو میری عزت خاک میں مل جاتی۔

حلیۃ الاولیاء (۵۴/۱)

(قصہ۷۲) ﴿اک نگاہ حضورؐ کے صدقے﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے اور اس بات کے بیان کرتے وقت آپ کو جو مسرت و حلاوت حاصل ہوتی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم حضرت ﷺ نے مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ دعا دی: ''اللھم علمه الحکمة''

''اے اللہ! اس کو حکمت سکھا دے'' اسد الغابة (۱۹۳/۳)

زندگی، زندگی بنی کیفی
اک نگاہ حضورؐ کے صدقے

(قصہ۷۳) ﴿خلیفہ کی صفات﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اتنی خدمت نہ کر سکا اور میں نے ان کے ساتھ شفقت کا ایسا معاملہ کیا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ویسا نہ کر سکا۔ ایک دن میں ان کے گھر میں ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے آہ بھری کہ مجھے خیال ہوا کہ اس سے ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ نے یہ آہ کسی چیز سے گھبرا کر بھری ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں گھبرا کر بھری ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے انہوں نے فرمایا ذرا نزدیک آ جاؤ۔ چنانچہ میں ان کے بالکل قریب ہو گیا۔ تو فرمایا میں کسی کو اس امر خلافت کا اہل نہیں پا رہا ہوں۔ میں نے کہا فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں، فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے سامنے چھ اہل شوریٰ کے نام گنائے، جواب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان چھ میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ بات فرمائی۔ پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت

صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن سخت اور درشت نہ ہو۔ نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ حیاۃ الصحابۃ (۵۵/۲)

(قصہ ۷۴) ﴿حضرت عمرؓ کی پریشانی﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اپنے بعد یہ امر خلافت کس کے سپرد کروں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''شاید تم اپنے ساتھی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اس امر خلافت کا اہل سمجھتے ہو'' میں نے کہا جی ہاں! بیشک وہ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ کیونکہ وہ شروع میں مسلمان ہوئے تھے اور بڑے فضل وکمال والے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بے شک وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا لیکن وہ ایسے آدمی ہیں کہ ان میں دل لگی اور مذاق کی عادت ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کرتے رہے اور پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہ آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن درشت نہ ہو اور نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام صفات تو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی میں پائی جاتی تھیں۔ حیاۃ الصحابۃ (۵۶/۲)

(قصہ ۷۵) ﴿یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے روبرو کروں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتا تھا ان سے ڈر ابھی بہت کرتا تھا اور ان کی تعظیم بھی بہت کیا کرتا تھا۔ میں ایک دن ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی جان نکل گئی ہے۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر بہت لمبا سانس لیا۔ میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا میں ان سے اس بارے میں ضرور

پوچھوں گا چنانچہ میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! مجھے سخت پریشانی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے کوئی بھی اس امر خلافت کا اہل نہیں مل رہا ہے۔ پھر فرمایا شاید تم یوں کہتے ہو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا امیر المومنین! انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہے اور وہ حضور ﷺ کے صحبت یافتہ بھی ہیں اور حضور ﷺ کے رشتہ دار بھی ہیں کیا وہ ان تمام امور کی وجہ سے خلافت کے اہل نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم جیسے کہہ رہے ہو وہ ایسے ہی ہیں لیکن ان کی طبیعت میں مزاح اور دل لگی ہے پھر وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر یہ فرمایا کہ خلافت کی ذمہ داری صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو، مضبوط ہو لیکن سخت نہ ہو، سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو، احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو اور پھر فرمایا اس خلافت کو سنبھالنے کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو بدلہ لینے کے لئے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے اور اللہ کی طرف سے سونپی ہوئی خلافت کی ذمہ داری کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہے جس کی وجہ اسے اپنا عزم توڑنا پڑے اور اپنی جماعت کے خلاف بھی حق کا فیصلہ کر سکے۔

کنز العمال (۱۵۸/۳)

لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے میں تجھ سا دوسرا
یہ کیوں نہ ہو کہ تجھ کو تیرے روبرو کروں

(قصہ ۷۶) ﴿ابن عباسؓ پر اکابر کا اعتماد﴾

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا کرتے تھے اور بدر والوں کے ساتھ ان سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے آخر دم تک فتویٰ کا کام انجام دیتے رہے۔

حضرت یعقوب بن زیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ

پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ لیتے اور فرماتے اے غوطہ لگانے والے! (یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے) غوطہ لگاؤ (اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو)

حضرت سعد بن ابن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار ہو۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیچیدہ اور مشکل مسائل کے پیش آنے پر بلاتے اور فرماتے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورے پر عمل کرتے حالانکہ ان کے چاروں طرف بدری حضرات مہاجرین وانصار کا مجمع ہوتا۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ نوجوانوں کو بلاتے اور ان کی عقل وسمجھ کی تیزی کو اختیار کرتے ہوئے ان سے مشورہ لیتے۔

امام بیہقی نے حضرت سیرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزاج مشورہ کر کے چلنے کا تھا چنانچہ بعض دفعہ مستورات سے بھی مشورہ لے لیا کرتے اور ان مستورات کی رائے میں ان کو کوئی بات اچھی نظر آتی تو اس پر عمل کر لیتے۔ کنز العمال (۱۶۳/۲)

(قصہ ۷۷) ﴿دس ہزار کی ایک بات﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔ لہٰذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا (۱) اللہ سے ڈرتے رہنا (۲) کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا (۳) ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا، کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔

حضرت عامر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ان تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار (درہم) سے بہتر ہے انہوں نے فرمایا نہیں، ان میں سے ہر ایک دس ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ حلیۃ الاولیاء (۳۱۸/۱)

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آدمی یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تمہارا بڑا اکرام کرتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور تمہیں ان لوگوں میں یعنی ان بڑے صحابہ میں شامل کر دیا ہے کہ ان جیسے تم نہیں ہو۔ میری تین باتیں یاد رکھنا (۱) کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ (۲) کبھی ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا۔ (۳) ان کے پاس کسی کی غیبت بالکل نہ کرنا۔ حیاۃ الصحابۃ (۱۰۵/۲)

بعض روایات میں یہ اضافہ بھی منقول ہے:

"شعبی کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ان میں سے ہر بات ایک ہزار روپے سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا "خدا کی قسم! دس ہزار روپے سے بہتر ہے"

(نفحۃ العرب، ص:۲۲)

(قصہ ۷۸) ﴿ابن عباسؓ کی حضرت عمرؓ کو تسلیاں﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزہ سے حملہ ہوا اور آپ زخمی ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کو خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے کئی شہروں کو آباد کیا۔ نفاق کو ختم کیا اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کے لئے روزی کی خوب فراوانی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! کیا امارت کے بارے میں تم میری تعریف کر رہے ہو؟ میں نے کہا میں تو دوسرے کاموں میں بھی آپکی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ امارت میں جیسا داخل ہوا تھا اس میں سے ویسا ہی نکل آؤں، نہ کسی اچھے عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی

برے عمل پر سزا۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی حدیث ایک اور سند سے نقل کی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے لمبے عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور پھر آپ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے تو آپ نے مسلمانوں کو خوب قوت پہنچائی اور امانت صحیح طور سے ادا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے تو اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے! اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب مل جائے تو اس وقت میرے سامنے آخرت کا جو دہشت ناک منظر ہے اس سے بچنے کے لئے میں وہ سب کچھ یہ جاننے سے پہلے ہی فدیہ میں دے دوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے تم نے مسلمانوں کے امیر بننے کا بھی ذکر کیا ہے تو اللہ کی قسم میں یہ چاہتا ہوں کہ امارت برابر سرابر رہے نہ ثواب ملے اور نہ سزا۔ اور تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ ہے امید کی چیز۔

اور ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب بیٹھ گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا اپنی بات دوبارہ کہو۔ انہوں نے دوبارہ کہی تو فرمایا اللہ سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن کیا تم اللہ کے سامنے ان تمام باتوں کی گواہی دے دوں گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا جی ہاں۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہو گئے اور ان کو یہ بات بہت پسند آئی۔

طبقات ابن سعد (۳/۲۵۷)

(قصہ ۷۹) ﴿سائل کی امداد﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نے پوچھا رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے ساتھ احسان کریں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسے ایک کپڑا دیا اور فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ حیاۃ الصحابۃ (۲/۲۷۲)

(قصہ ۸۰) ﴿مال غنیمت کی تقسیم﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔ جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں۔ میں نے (ان کے دربان سے) کہا اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا نہیں امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے۔ میں وہیں بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے وہ بھی آ کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا اے ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ ہم دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اندر گئے۔ وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم دونوں ہی مجھے مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو، یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کر لو اور جو بچ جائے وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بھر کر لینا شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپ ہمیں اور

دیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباس کا بیٹا (کہ ان کی ہی طرح جری، سمجھ دار اور ہوشیار رہے) کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم (فقر و فاقہ کی وجہ سے) کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا تھا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے۔ جس طرح آپ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا اور فرمایا اچھا کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں زور زور سے ہلنے لگیں پھر فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں، نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو۔ طبقات ابن سعد (۳ /۲۰۷)

(قصہ ۸۱) ﴿نگاہ عمرؓ میں سونے چاندی کی حقیقت﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دستر خوان پر سونا بکھرا پڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کردو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سونا اور مال اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے (بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے) طبقات ابن سعد (۳۴۵/۲)

(قصہ ۸۲) ﴿سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں معتکف تھے آپ کے

پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اچھا کیا میں اس سے تمہاری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا اگر آپ مناسب سمجھیں تو...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے ﷺ سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضور ﷺ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے لئے چلے اور اس کام میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے یہ دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان و زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہوگی)

حیاۃ الصحابۃ (۵۵۹/۲)

(قصہ ۸۳) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی حضورؐ سے محبت﴾

ایک آدمی نے آ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ذرا یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو لوگوں کو کشمش کی نبیذ پلاتے ہیں کیا یہ سنت ہے جس کا آپ لوگ اتباع کر رہے ہیں یا آپ کو اس میں دودھ اور شہد سے زیادہ سہولت ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "حضور ﷺ ایک مرتبہ میرے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبیذ پلا رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ حضور ﷺ نے ان

میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا۔ تو اب حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لئے باعث مسرت نہیں ہے۔ طبقات ابن سعد (۱۶/۴)

(قصہ ۸۴) ﴿دل کو دل سے راہ ہے!!!﴾

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابن عباس! آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ آپ سے محبت کرتا ہے؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (کیونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اگر تمہیں کسی سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ اسے بھی تم سے محبت ہے) حیاۃ الصحابۃ (۶۶۱/۲)

(قصہ ۸۵) ﴿ابن عباسؓ کا تقویٰ واحتیاط﴾

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا اس وقت ہم لوگ عرفات میں کھڑے تھے ایک آدمی نے ان سے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات سے کب کوچ فرمایا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے معلوم نہیں (یہ انہوں نے احتیاط کی وجہ سے فرمایا) لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس احتیاط سے بہت حیران ہوئے۔ حیاۃ الصحابۃ (۷۷۲/۲)

(قصہ ۸۶) ﴿ابن عباسؓ کی نگاہ میں مقام عائشہؓ﴾

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا حضرت ابن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے پہلے ان کی

خدمت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے اور ان کی تعریف کرنے لگ گئے کہ اے رسول اللہ کی زوجہ محترمہ! آپ کو خوشخبری ہو۔ حضور ﷺ نے آپ کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی اور آپ کی (تہمت زنا سے) برأت آسمان سے اتری تھی۔ اتنے میں سامنے سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میری تعریف کررہے ہیں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سنوں۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش میں بھولی بسری ہوجاتی۔

حیاۃ الصحابۃ (۷۸۳/۲)

(قصہ ۸۷) ﴿واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے﴾

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ رہا وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے وہاں وہ آدھی رات اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے حضرت ایوب نے راوی سے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کس طرح قرآن پڑھتے؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے **وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔** (ق: ۱۹)

''اور موت کی سختی حق کے ساتھ (قریب) آپہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا''

پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھتے رہے اور درد بھری آواز سے خوب روتے رہے۔ حضرت ابو رَجَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے (چہرے پر) آنسوؤں کے بہنے کی جگہ (زیادہ رونے کی وجہ سے) پرانے تسمہ کی طرح تھی۔

حلیۃ الاولیاء (۳۲۹/۱)

واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

(قصہ ۸۸) ﴿ابن عباسؓ کی ایک آرزو﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ان دوعورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا فرمایا ہے لیکن بہت عرصہ تک مجھے پوچھنے کا موقع نہ ملا آخر ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج پر تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا ہم لوگ سفر کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضرورت سے راستے سے ایک طرف کو چلے گئے میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے ساتھ ہولیا آپ ضرورت سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس تشریف لائے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا آپ نے وضو کیا میں نے کہا اے امیر المومنین! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے دوعورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا فرمایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے ابن عباس! تم پر تعجب ہے (کہ علم میں اتنے مشہور ہو اور پھر بھی تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عورتیں کون ہیں) حضرت زہری کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سوال پر تعجب تو ہوا لیکن پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کچھ نہیں چھپایا اور فرمایا وہ دونوں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں پھر تفصیل سے سارا قصہ سنانے لگے اور فرمایا ہم قریش قبیلہ والے عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کے مردوں پر عورتیں غالب ہیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں میرا گھر عوالی میں قبیلہ بنو امیہ بن زید میں تھا۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ آگے سے جواب دینے لگی میں اس کے یوں جواب دینے سے بڑا حیران ہوا میرے لئے بالکل نئی بات تھی وہ کہنے لگی آپ میرے جواب دینے سے کیوں حیران ہو رہے ہیں وہ تو اللہ کی قسم! حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپ کو جواب دے دیتی ہیں بلکہ بعض تو ناراض ہو کر حضور ﷺ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں میں یہ سن کر گھر سے چلا اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کو جواب دیتی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا تم میں کچھ عورتیں حضور ﷺ کو سارا دن رات تک

چھوڑے رکھتی ہیں اس نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا تم میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ تو اپنا بڑا نقصان کرے گی اور اگر اللہ کے رسول ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو پھر تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گی اس لئے آئندہ کبھی حضور ﷺ کو آگے سے جواب نہ دینا اور ان سے کچھ نہ مانگنا اور مجھ سے جو چاہے مانگ لینا اور تم اپنی پڑوسن یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دھوکہ نہ کھاؤ (کہ وہ حضور ﷺ کو آگے سے جواب دے دیتی ہے اور حضور ﷺ سے ناراض ہو جاتی ہے وہ ایسا کرسکتی ہے) کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور ﷺ کی اس سے تم سے زیادہ محبت ہے (تم ایسا نہ کرو) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرا ایک انصاری پڑوسی تھا ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جایا کرتے تھے، ایک دن وہ جاتا اور سارے دن میں جو وحی نازل ہوتی یا اور کوئی بات پیش آتی وہ شام کو آ کر مجھے بتا دیتا اور ایک دن میں جاتا اور شام کو واپس آ کر سب کچھ اسے بتا دیتا ان دنوں ہمارے ہاں اس کا بہت چرچا تھا کہ قبیلہ غسان ہم پر چڑھائی کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہے چنانچہ ایک دن میرا یہ پڑوسی حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور عشاء میں میرے پاس واپس آیا اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے آواز دی میں باہر آیا اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسان نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ پریشان کن حادثہ پیش آیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو نامراد ہو گئی اور گھاٹے میں پڑ گئی اور مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ صبح کی نماز پڑھ کر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا وہاں سیدھا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گیا وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا کیا حضور ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ انہوں نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ حضور ﷺ ہم سے الگ ہو کر اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں پھر میں آپؐ کے سیاہ غلام کے پاس آیا اور اس نے کہا عمر کو اندر آنے کی اجازت لے دو۔ وہ غلام اندر گیا اور باہر آیا پھر اس نے کہا میں نے حضور ﷺ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے پھر میں (مسجد) چلا گیا جب میں منبر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں

ان میں سے کچھ لوگ رو رہے ہیں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر جب میری بے چینی بڑھی تو میں نے جا کر پھر اس غلام سے کہا عمر کو اجازت لے دو وہ اندر گیا پھر اس نے باہر آ کر کہا میں نے حضور ﷺ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے۔ میں لوٹنے لگا تو غلام نے مجھے بلایا اور کہا آپ اندر چلے جائیں حضور ﷺ نے اجازت دے دی ہے میں نے اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا آپ ایک خالی بوریئے پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور بوریئے کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر ابھرے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ حضور ﷺ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا نہیں۔ میں نے (خوشی کی وجہ سے) کہا اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ہمیں دیکھا ہوگا کہ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ آگے سے مجھے جواب دینے لگی میں اس کے جواب دینے پر بڑا حیران ہوا اس نے کہا آپ میرے جواب دینے پر کیا حیران ہو رہے ہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ کو جواب دیتی ہیں بلکہ سارا دن رات تک حضور ﷺ کو چھوڑے رکھتی ہیں میں نے کہا ان میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ نامراد ہوگی اور گھاٹے میں رہے گی اگر اللہ کے رسول کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو وہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گی اس پر حضور ﷺ مسکرانے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ! پھر میں حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا تم اپنی پڑوسن (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے دھوکہ نہ کھانا وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور ﷺ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے۔ حضور ﷺ دوبارہ مسکرائے میں نے کہا یا رسول اللہ! جی لگانے کی اور بات کروں؟ آپؐ نے فرمایا کرو پھر میں بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر حضور ﷺ کے گھر پر نظر ڈالی تو اللہ کی قسم! مجھے صرف تین کھالیں بغیر رنگی ہوئی نظر آئیں میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت فرما دے اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس پر وسعت کر رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں اس پر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ نے فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم

ابھی تک شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے۔ میں نے کہا یارسول اللہ! میرے لئے استغفار فرمادیں چونکہ حضور کو اپنی ازواج مطہرات پر زیادہ غصہ آ گیا تھا اس وجہ سے آپ نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے آخر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو متنبہ فرمایا۔ (رواہ احمد وقد رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی)

(قصہ ۸۹) ﴿حضورؐ کی حضرت ابن عباس کو نصیحتیں﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپؐ نے نگاہ توجہ کو میری طرف مبذول کر کے ارشاد فرمایا:

''یاغلام اعلمک کلمات احفظ یحفظک الله احفظ الله تجده تجاهک اذا سألت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله و اعلم ان الامة لواجتمعت علی ان ینفعوک بشیءٍ لم ینفعوک الا بشیءٍ کتبه الله لک و ان اجتمعوا علی ان یضروک لم یضروک الا بشیءٍ قد کتبه الله علیک رفعت الا قلام و جفت الصحف''

''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں تو اللہ کی حدود کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا، تو اللہ کے دین کی حفاظت کرے گا تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد طلب کرے تو صرف اللہ ہی سے مدد طلب کر، تجھے جان لینا چاہئے کہ اگر لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے نفع پہنچائیں تو تجھے صرف اسی قدر نفع پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ اگر سارے مل کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف اسی قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے تیرے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے ہیں اور لکھا ہوا خشک ہو چکا ہے''

اسد الغابۃ (۱۹۴/۳)

(قصہ ۹۰) ﴿دل کی بینائی﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی عمر مبارک کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے، لیکن اس کڑی آزمائش کے باوجود امن صبر کو تھامے رکھا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہ آنے دیا۔ ایک دن فرط محبت میں آئے اور زبان مقدس سے یہ اشعار جاری ہوئے:

ان یاخذ اللہ من عینی نور هما
ففی لسانی و قلبی منهما نور
قلبی ذکی و عقلی غیر ذی دخل
وفی فی صارم کالسیف ماثور

''اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کے نور کو سلب کرلیا تو کیا ہوا، میری زبان اور میرے دل میں ان کا نور باقی ہے میرا دل توانا ہے اور میری عقل خرابی سے پاک ہے اور میرے منہ میں منقول روایات تلوار کی عمدگی کی طرح محفوظ ہیں'' اسد الغابۃ (۱۹۵/۳)

(قصہ ۹۱) ﴿کمزوروں میں شمار﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا، لیکن آپ کی والدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابتداء دعوت ہی میں داعی توحید کو لبیک کہا تھا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد سب سے مقدم ایمان حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہی تھا۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یوم ولادت سے ہی توحید کی لوریوں میں پرورش پائی اور ہوش سنبھالتے ایک پر جوش مسلم ثابت ہوئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں:

''ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی والدہ کے ساتھ ان ضعفاء اسلام میں تھے (جو اپنی مجبوریوں کے باعث مکہ میں رہ گئے تھے) وہ اپنے والد کے ساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہ تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام سر بلند رہے گا، مغلوب نہ ہوگا''

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرماتے:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ

''مگر کمزور مرد، عورت اور بچے..............''

تو فرماتے: ''میں بھی اپنی والدہ کے ساتھ ان لوگوں میں شامل تھا جن کو خدا نے معذور قرار دیا ہے'' (الصحیح للبخاری (۲/۶۶۰)

(قصہ ۹۲) ﴿ایران میں بغاوت کا استیصال﴾

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ خارجیوں نے نہروان میں مجتمع ہو کر عملاً سرکشی اختیار کی اور تمام ملک میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کر دیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار شام پر فوج کشی کے خیال سے روانہ ہو چکے تھے، ان سرکشوں کا حال سن کر نہروان کی طرف پلٹ پڑے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گورنری کے عہدہ پر بصرہ پہنچ گئے تھے، وہاں سے تقریباً سات ہزار کی جمعیت فراہم کر کے مقام نخیلہ میں افواج خلافت سے مل گئے اور نہروان پہنچ کر نہایت بہادری و پامردی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے۔

جنگ نہروان نے گو خارجیوں کا زور توڑ دیا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے فارس، کرمان اور ایران کے دوسرے اضلاع میں پھیل کر ایک عام شورش برپا کر دی اور ذمیوں کو بھڑکا کر آمادہ بغاوت کر دیا، چنانچہ ایران کے اکثر صوبوں میں عمال نکال دیئے گئے عجمیوں نے خراج ادا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام عمال کو بلا کر اس شورش کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس صورتحال کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: ''میں ایران میں تسلط قائم کرنے کا ذمہ لیتا ہوں''

چونکہ بصرہ ایران کے باغی اضلاع سے بالکل متصل تھا اور وہ ایک عرصہ سے وہاں کامیابی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کو تمام ایران کا حاکم اعلیٰ بنا دیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بصرہ میں پہنچ کر زیاد بن ابیہ کو ایک زبردست جمعیت

کے ساتھ ایران کی بغاوت فرو کرنے پر مامور فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران میں امن وسکون پیدا کردیا۔ (تاریخ طبری، ص:۳۴۴۹)

(قصہ۹۳) ﴿ابن عباسؓ حضورؐ کی خدمت میں﴾

کبھی کبھی آپؐ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کام بھی لیا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا، سمجھ گئے کہ میرے پاس آرہے ہیں، بچپن کا زمانہ تھا بھاگ کے ایک مکان کے دروازے کی آڑ میں چھپ گئے، آنحضرت ﷺ نے پشت سے جاکر پکڑلیا اور فرمایا" جاؤ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لاؤ" حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت آپؐ کے کاتب تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جاکر کہا" نبی کریم ﷺ کو تمہاری ضرورت ہے، فوراً چلو" مستدرک حاکم (۵۳۴/۳)

(قصہ۹۴) ﴿آل بیت رسولؐ کا احترام﴾

جب حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا اور لوگ مقام سرف میں جنازہ کی شرکت کے لئے جمع ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگو کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! یہ آنحضرت ﷺ کی حرم محترم کا جنازہ ہے، نعش آہستہ اٹھاؤ، ہلنے نہ پائے"
(مسلم، کتاب الرضاع)

(قصہ۹۵) ﴿حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حفظ احادیث﴾

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حفظ احادیث کا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں آپ نے دور دراز کے سفروں کی مشقیں بھی برداشت فرمائیں۔ آپ حدیث کے بیان کرنے میں بھی بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ اپنے شاگردوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ روایت حدیث کی بات چل پڑی، آپ نے اپنی قلت روایت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم حدیث حفظ کیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث تو

(آگے پہنچانے کی نیت سے) حفظ کی جاتی ہے۔ مگر جب تم ہر قسم کے نرم وسخت اونٹوں پر سوار ہونے لگے یعنی حدیث کے معاملہ میں بے احتیاطی کرنے لگے تو میں نے حدیث لینا اور ان کو نقل کرنا بند کر دیا''

(ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۷)

(قصہ ۹۶) ﴿حضرت ابن عباسؓ کی اپنے شاگردوں سے محبت﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے اور ان کی ہر بات کا پاس ولحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے دریافت کیا: ''آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم کون شخص ہے؟''

فرمایا: ''میرا وہ ہم نشین جو حاضرین مجلس کو پھاندتا ہوا میرے پاس آ کر بیٹھے میرا بس چلے تو اسکے جسم پر مکھی نہ بیٹھنے دوں، میرے ہم نشینوں کے جسم پر مکھی بیٹھتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے''

(خیر القرون کی درس گاہیں از قاضی اطہر مبارکپوری، ص: ۱۹۳)

(قصہ ۹۷) ﴿ان کی ایک نظر سے قبل، ان کی اک نظر کے بعد﴾

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں ان کو لئے جا رہا تھا وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آ رہی تھی۔ فرمایا ''مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو'' میں اس طرف لے گیا وہاں پہنچ کر آپ نے سلام کیا، ان لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا:

''تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اس کے خوف نے چپ کرا رکھا ہے، حالانکہ نہ وہ عاجز ہیں نہ گونگے، بلکہ فصیح لوگ ہیں، بولنے والے سمجھ دار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے انکی عقلوں کو اڑا رکھا ہے۔ ان کے دل اس کی وجہ سے ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت

پر ان کو پختگی میسر ہو جاتی ہے تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ
جلدی کرتے ہیں تم لوگ ان سے کہاں ہٹ گئے''
وہب کہتے ہیں کہ ''اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا''
(حکایت صحابہؓ ازمولانا محمد زکریاؒ ص:۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں۔ اس قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچنے کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

ان کی اک نظر سے قبل، ان کی اک نظر کے بعد
ہر طرف اندھیرا تھا، ہر طرف اجالا ہے

(قصہ ۹۸) زندگی کی ہر کٹھن منزل میں جب بھی دیکھئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنا دیں۔ لیکن پانچ دن تک آپ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ''یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، واللہ! ایک رکعت بھی مجھ سے اس طرح منظور نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایسی طرح ملے گا کہ حق سبحانہ وتقدس اس پر ناراض ہوں گے'' (حکایات صحابہ بحوالہ درمنثور، ص:۶۸)

اگرچہ شرعاً نماز اس طرح مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی۔ مگر حضرات صحابہ کو نماز کے ساتھ شغف تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنے کی جس قدر اہمیت تھی اس کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ کیا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔

آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مر مٹنے والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں۔ جب کل ان کا سامنا ہوگا اور یہ خدائی میدان حشر کی سیر کے لطف اڑا رہے ہوں گے جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے اور ہم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

زندگی کی ہر کٹھن منزل میں جب بھی دیکھیے
آپ کے نقش قدم کو رہنما پاتے ہیں ہم

(قصہ ۹۹) ﴿شاگرد کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مشہور شاگرد حضرت عکرمہؒ کا شمار امت کے بڑے علماء اور جلیل القدر تابعین میں سے ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی تربیت واصلاح کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی، تاکہ میں کہیں آ جا نہ سکوں اور قرآن وحدیث اور شریعت کے احکامات سے آگاہی حاصل کرلوں" (حکایات صحابہ بحوالہ بخاری وطبقات ابن سعد، ص: ۱۷۵)

حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہوسکتا ہے جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر وسفر اور بازار کی تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بیکار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں، اسی چیز کا اثر تھا کہ پھر عکرمہ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بحر العلم اور حبر الامۃ کے القاب سے یاد کئے جانے گئے۔ حضرت قتادہؒ فرمایا کرتے تھے "تمام تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہؒ ہیں"

اسی واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے اگر کوئی استاذ شاگرد کی اصلاح وتربیت کے لئے اسے مناسب سزا دینا چاہے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔

(قصہ ۱۰۰) ﴿ٹھہرے گا کبھی دل کہ دھڑکتا ہی رہے گا﴾

۶۸ھ میں پیمانہ حیات لبریز ہوگیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بستر علالت کے اردگرد

احباب و مستفیدین کا ہجوم تھا، آپ نے فرمایا:

''میں ایک ایسی جماعت میں دم توڑوں گا جو روئے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، مشرف و مقرب ہے، اس لئے اگر میں تم لوگوں میں مروں تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو''

غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفس عنصری چھوڑا۔ محمد بن حنفیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کر کے کہا:

''خدا کی قسم! آج دنیا سے حبر امت اٹھ گیا''

غیب سے ندا آئی............

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.

''اے نفس مطمئنہ! اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ......''

الاصابۃ (۹۴/۳)

جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا تو ایک دن حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات سے لوگ بہت بڑے علمی سرمایہ سے محروم ہو گئے، ایسے علم سے دور ہو گئے جو ان سے پہلے کسی کو نہیں ملا...... ایسی فقہ سے محروم ہو گئے کہ ان کی رائے کی طرف ہر ایک کی احتیاج تھی...... لوگ خوابوں کی تعبیر کے علم...... انساب کے علم...... اور تفسیر کے علم سے محروم ہو گئے، میں نے ان سے بڑا حدیث رسول ﷺ کو جاننے والا نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا قاضی اور فقیہ نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا عالم اشعار و عربیت نہیں دیکھا...... میں نے ان سے بڑا مفسر قرآن نہیں دیکھا...... میں نے علم حساب اور علم میراث میں ان سے بڑا عالم کسی کو نہ پایا...... ان سے زیادہ عمدہ اور مضبوط رائے میرے خیال میں

کسی کی نہیں...... وہ ایک دن اپنی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور صرف فقہ کے مسائل کو بیان فرماتے، ایک دن صرف تفسیر کے مسائل کو بیان فرماتے، ایک دن صرف مغازی کو بیان فرماتے ایک دن صرف اشعار کا تذکرکرتے ایک دن کو عربوں کے حالات کے لئے خاص کرتے، ان کے شاگردان کے سامنے جس عاجزی سے بیٹھتے تھے اس کی مثال ملنا مشکل ہے، سوال کرنے والا آپ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کرتا آپ کے پاس اس کا جواب موجود پاتا"

اسد الغابۃ (۱۹۳/۳)

دیوانے گزر جائیں گے ہر منزل غم سے
حیرت سے زمانہ انہیں تکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا
کیا ختم نہ ہوگا کبھی ہنگامۂ ہستی؟
ٹھہرے گا کبھی دل کہ دھڑکتا ہی رہے گا

فہرست المراجع

الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
الصحیح لمسلم	مسلم بن الحجاج القشیریؒ
السنن لابی داؤد	سلیمان بن اشعث السجستانیؒ
مسند احمد	امام احمد بن حنبلؒ
کنز العمال	احمد علی المتقیؒ
مستدرک الحاکم	امام حاکم شہیدؒ
تفسیر ابن کثیر	ابن کثیرؒ
البدایۃ و النہایۃ	ابن کثیرؒ
الاصابۃ	ابن حجر العسقلانیؒ
طبقات ابن سعد	ابن سعدؒ
حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم الاصفہانیؒ
تاریخ الطبری	علامہ طبریؒ
حیاۃ الصحابۃ	مولانا یوسف کاندھلویؒ
اسد الغابۃ	ابن الاثیرؒ
فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
حکایات صحابہ	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ
تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
نفحۃ العرب	مولانا اعزاز علیؒ
خیر القرون کی درس گاہیں	مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ۱۰۰ سو قصے

مؤلف

مولانا محمد اویس سرور

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳